غروب ہونے سے پہلے' یہ آیت مکیہ ہے اور یہ حکم معراج سے پہلے کا ہے۔ ''غدو '' کہتے ہیں دن کے ابتدائی حصے کو'' اصال '' جمع ہے اصیل کی' جیسے کہ ایمان جمع ہے یمین کی۔ حکم دیا کہ رغبت' لالچ اور ڈر خوف کے ساتھ اللہ کی یاد اپنے دل میں اپنی زبان سے کرتے رہو' چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں' اسی لئے مستحب یہی ہے کہ اونچی آواز کے ساتھ اور چلا چلا کر اللہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے جب حضورؐ سے سوال کیا کہ ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی چپکے چپکے کر لیا کریں' یا دور ہے کہ ہم پکار پکار کر آوازیں دیں؟ تو اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت اتاری وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ الخ جب میرے بندے تجھ سے میری بابت سوال کریں تو جواب دے کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں' دعا کرنے والے کی دعا کو جب بھی وہ مجھ سے دعا کرے' قبول فرما لیا کرتا ہوں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ لوگوں نے ایک سفر میں با آواز بلند دعائیں کرنی شروع کیں تو آپ نے فرمایا' لوگو اپنی جانوں پر ترس کھاؤ' تم کسی بہرے کو' یا کسی غائب کو نہیں پکار رہے' جسے تم پکارتے ہو' وہ تو بہت ہی پست آواز سننے والا اور بہت ہی قریب ہے' تمہاری سواری کی گردن جتنی تم سے قریب ہے' اس سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مراد اس آیت سے بھی وہی ہو جو آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ سے ہے' مشرکین قرآن سن کر قرآن کو' جبرئیل کو' رسول اللہ ﷺ کو اور خود اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگتے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ نہ تو آپ اس قدر بلند آواز سے پڑھیں کہ مشرکین چڑ کر بکنے جھکنے لگیں' نہ اس قدر پست آواز سے پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں بلکہ اس کے درمیان کا راستہ ڈھونڈ نکالیں یعنی نہ بہت بلند نہ بہت آہستہ' یہاں بھی فرمایا کہ بہت بلند آواز سے نہ ہو اور غافل نہ بننا۔ امام ابن جریر اور ان سے پہلے حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں قرآن کے سننے والے کو جو خاموشی کا حکم تھا' اسی کو دہرایا جا رہا ہے کہ اللہ کا ذکر اپنی زبان سے اپنے دل میں کیا کرو' لیکن یہ بعید ہے اور انصاف کے منافی ہے' جس کا حکم فرمایا گیا ہے اور مراد اس سے یا تو نماز میں ہے' یا نماز اور خطبے میں اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت خاموشی بہ نسبت ذکر ربانی کے افضل ہے' خواہ وہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر' پس ان دونوں کی متابعت نہیں کی گئی۔ اس لئے مراد اس سے بندوں کو صبح شام ذکر کی کثرت کی رغبت دلانا ہے تاکہ وہ غافلوں میں سے نہ ہو جائیں۔ (ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

تفسیر سورۃ انفال

تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بھی یہی ہے اور دونوں آیات کے ظاہری ربط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم) اسی لئے فرشتوں کی تعریف بیان ہوئی کہ وہ رات دن اللہ کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں' بالکل تھکتے نہیں' پس فرماتا ہے کہ جو تیرے رب کے پاس ہیں' وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ ان کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کثرت عبادت و اطاعت میں ان کی اقتدا کی جائے' اسی لئے ہمارے لئے بھی شریعت نے سجدہ مقرر کیا' فرشتے بھی سجدہ کرتے رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے' تم اسی طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں باندھتے ہیں کہ وہ پہلے اول صف کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں ذرا سی بھی گنجائش اور جگہ باقی نہیں چھوڑتے۔ اس آیت پر اجماع کے ساتھ سجدہ واجب ہے پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی' قرآن میں تلاوت کا پہلا سجدہ یہی ہے۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو سجدے کی آیات میں شمار کیا ہے۔

اس کی چھیالیس آیتیں ہیں۔ ایک ہزار چھ سو اکتیس کلمات ہیں۔ پانچ ہزار دو سو چورانوے حروف ہیں۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

بخشش اور مہربانی والے معبود کے نام سے شروع

تجھ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں' جواب دے کہ غنیمت کے مال اللہ اور اس کے رسول کے ہیں' پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک ٹھاک رکھو اللہ کے اور اس کے رسول کے فرمانبردار بنے رہو' اگر تم ایمان دار ہو ○

تفسیر سورۃ انفال: (آیت:۱) بخاری شریف میں ہے' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' سورہ انفال غزوہ بدر کے بارے میں اتری ہے' فرماتے ہیں' انفال سے مراد غنیمت کے مال ہیں جو صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے ہی تھیں' ان میں سے کوئی چیز کسی اور کے لئے نہ تھی۔ آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا' گھوڑا بھی انفال میں سے ہے اور سامان بھی' سائل نے پھر پوچھا' آپ نے پھر یہی جواب دیا' اس نے پھر پوچھا کہ جس انفال کا ذکر کتاب اللہ میں ہے' اس سے کیا مراد ہے؟ غرض پوچھتے پوچھتے ابن عباس کو تنگ کر دیا تو آپ نے فرمایا اس کا یہ کرتوت اس سے کم نہیں جسے حضرت عمرؓ نے مارا تھا' حضرت فاروق اعظمؓ سے جب سوال ہوتا تو آپ فرماتے نہ تجھے حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' واللہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا' حکم فرمانے والا' حلال حرام کی وضاحت کرنے والا ہی بنا کر بھیجا ہے' آپ نے اس سائل کو جواب دیا کہ کسی کسی کو بطور نفل (مال غنیمت) گھوڑا بھی ملتا اور ہتھیار بھی' دو تین دفعہ اس نے یہی سوال کیا جس سے آپ غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے یہ تو ایسا ہی شخص ہے جسے حضرت عمرؓ نے کوڑے لگائے تھے یہاں تک کہ اس کی ایڑیاں اور ٹخنے خون آلودہ ہو گئے تھے' اس پر سائل کہنے لگا کہ خیر آپ سے تو اللہ نے عمرؓ کا بدلہ لے ہی لیا۔ الغرض ابن عباسؓ کے نزدیک تو یہاں نفل سے مراد پانچویں حصے کے علاوہ وہ انعامی چیزیں ہیں جو امام اپنے سپاہیوں کو عطا فرمائے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس پانچویں حصے کا مسئلہ پوچھا جو چار ایسے ہی حصوں کے بعد رہ جائے' پس یہ آیت اتری۔ ابن مسعودؓ وغیرہ فرماتے ہیں لڑائی والے دن اس سے زیادہ امام نہیں دے سکتا بلکہ لڑائی کی شروع سے پہلے اگر چاہے دے دے۔ عطاؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مراد مشرکوں کا وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مل جائے خواہ جانور ہو خواہ لونڈی غلام یا اسباب ہو' پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی تھا' آپ کو اختیار تھا کہ جس کام میں چاہیں لگا لیں' تو گویا ان کے نزدیک مال فئے انفال ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لشکر کے کسی گروہ کو ان کی کارکردگی یا حوصلہ افزائی کے عوض امام انہیں عام تقسیم سے کچھ زیادہ دے' اسے انفال کہا جاتا ہے۔ مسند احمد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ بدر والے دن جب میرے بھائی عمیر قتل کئے گئے' میں نے سعید بن عاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی جسے ذوالکتیعہ کہا جاتا تھا اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا' جاؤ اسے باقی مال کے ساتھ رکھ آؤ' میں نے حکم کی تعمیل تو کر لی لیکن اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت میرے دل پر کیا گذری' ایک طرف بھائی کے قتل کا صدمہ' دوسری طرف اپنا حاصل کردہ سامان واپس ہونے کا صدمہ' ابھی میں چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ سورۂ انفال نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور وہ تلوار جو تم ڈال آئے ہو لے جاؤ۔

مسند میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے

مجھے مشرکوں سے بچالیا' اب آپ یہ تلوار مجھے دے دیجئے' آپ نے فرمایا سنو نہ یہ تمہاری ہے نہ میری ہے' اسے بیت المال میں داخل کر دو' میں نے رکھ دی اور میرے دل میں خیال آیا کہ آج جس نے مجھ جیسی محنت نہیں کی' اسے یہ انعام مل جائے گا' یہ کہتا ہوا جا ہی رہا تھا جو آواز آئی کہ کوئی میرا نام لے کر میرے پیچھے سے مجھے پکار رہا ہے' لوٹا اور پوچھا کہ حضورؐ کہیں میرے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری؟ آپ نے فرمایا' ہاں' تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی' اس وقت وہ میری نہ تھی۔ اب وہ مجھے دی گئی اور میں تمہیں دے رہا ہوں۔ پس آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ الخ' اس بارے میں اتری ہے ابوداؤد طیالسی میں انہی سے مروی ہے کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں' مجھے بدر والے دن ایک تلوار ملی' میں اسے لے کر سرکار رسالت مآبؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تلوار آپ مجھے عنایت فرمایئے' آپ نے فرمایا جاؤ' جہاں سے لی ہے وہیں رکھ دو' میں نے پھر طلب کی' آپؐ نے پھر یہی جواب دیا' میں نے پھر مانگی' آپؐ نے پھر یہی فرمایا' اسی وقت یہ آیت اتری۔ یہ پوری حدیث ہم نے آیت وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ الخ کی تفسیر میں درج کی ہے۔ پس ایک تو یہ آیت' دوسری آیت وَوَصَّیْنَا الخ' تیسری آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ الخ چوتھی آیت آیت وصیت (صحیح مسلم شریف)

سیرت ابن اسحاق میں ہے حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مجھے سیف بن عائذ کی تلوار ملی جسے مرزبان کہا جاتا تھا۔ جب نبی ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو' وہ جمع کرا دے' میں بھی گیا اور وہ تلوار رکھ آیا۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ اگر کوئی آپ سے کچھ مانگتا تو آپ انکار نہ کرتے۔ حضرت ارقم بن ارقم خزاعی رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کو دیکھ کر آپ سے اسی کا سوال کیا' آپ نے انہیں عطا فرما دی اس آیت کے نزول کا سبب مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابوامامہ نے حضرت عبادہ سے انفال کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا' ہم بدریوں کے بارے میں ہے جبکہ ہم مال کفار کے بارے میں باہم اختلاف کرنے لگے اور جھگڑے بڑھ گئے تو یہ آیت اتری اور یہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد ہوگئی اور حضورؐ نے اس مال کو برابری سے تقسیم فرمایا۔ مسند احمد میں ہے کہ ہم غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلے' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی' ہماری ایک جماعت نے تو ان کا تعاقب کیا کہ پوری ہزیمت دے دی۔

دوسری جماعت نے مال غنیمت میدان جنگ سے سمیٹنا شروع کیا اور ایک جماعت اللہ کے نبی ﷺ کے اردگرد کھڑی ہوگئی کہ کہیں کوئی دشمن آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچائے' رات کو سب لوگ جمع ہوئے اور ہر جماعت اپنا حق اس مال پر جتانے لگی' پہلی جمات نے کہا' دشمنوں کو ہم نے ہی شکست دی ہے' دوسری جماعت نے کہا' مال غنیمت ہمارا ہی سمیٹا ہوا ہے' تیسری جماعت نے کہا' ہم نے حضورؐ کی چوکیداری کی ہے' پس یہ آیت اتری اور حضورؐ نے خود اس مال کو ہم میں تقسیم فرمایا۔ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دشمن کی زمین پر حملہ کرتے تو چوتھائی بانٹتے اور لوٹتے وقت تہائی اور آپ انفال کو مکروہ سمجھتے ابن مردویہ میں ہے کہ بدر والے دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو ایسا کرے' اسے یہ انعام اور جو ایسا کرے اسے یہ انعام' اب نوجوان تو دوڑ پڑے اور نمایاں کارنامے انجام دیئے' بوڑھوں نے مورچے تھامے اور جھنڈوں تلے رہے' اب جوانوں کا مطالبہ تھا کہ سارا مال ہمیں ملنا چاہئے۔ بوڑھے کہتے تھے کہ لشکرگاہ کو ہم نے محفوظ رکھا' تم اگر شکست اٹھاتے تو یہیں آتے' اسی جھگڑے کے فیصلے میں یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ حضورؐ کا اعلان ہو گیا تھا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے' اسے اتنا ملے گا اور جو کسی کافر کو قید کرے' اسے اتنا ملے گا۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ دو قیدی پکڑ لائے اور حضرتؐ کو وعدہ یاد دلایا' اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ پھر تو ہم سب یونہی رہ جائیں گے' بزدلی یا بے طاقتی کی وجہ سے ہم آگے نہ بڑھے ہوں یہ بات نہیں بلکہ اس لئے کہ پچھلی جانب سے کفار نہ آ پڑیں' حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے' اس لئے ہم آپ کے اردگرد رہے' اسی جھگڑے کے فیصلے میں یہ آیت اتری اور آیت وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ

بھی اتری۔ امام ابو عبید اللہ قاسم بن سلامؒ نے اپنی کتاب احوال الشرعیہ میں لکھا ہے کہ انفال غنیمت ہے اور حربی کافروں کے جو مال مسلمانوں کے قبضے میں آئیں' وہ سب ہیں' پس انفال آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں تھے۔ بدر والے دن بغیر پانچواں حصہ نکالے جس طرح اللہ نے آپ کو سمجھایا' آپ نے مجاہدین میں تقسیم کیا اس کے بعد پانچواں حصہ نکالنے کے حکم کی آیت اتری اور یہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا لیکن ابن زید وغیرہ اسے منسوخ نہیں بتلاتے بلکہ محکم کہتے ہیں۔ انفال غنیمت کی جمع ہے مگر اس میں سے پانچواں حصہ مخصوص ہے۔ اس کی اہل کے لئے جیسے کہ کتاب اللہ میں حکم ہے اور جیسے کہ سنت رسول اللہ جاری ہوئی ہے۔ انفال کے معنی کلام عرب میں ہر اس احسان کے ہیں جسے کوئی بغیر کسی پابندی یا وجہ کے دوسرے کے ساتھ کرے۔ پہلے کی تمام امتوں پر یہ مال حرام تھے' اس امت پر اللہ نے رحم فرمایا اور مال غنیمت ان کے لئے حلال کیا۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ پھر ان کے ذکر میں ایک یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو حلال نہ تھیں۔ امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ امام' لشکر میں سے کسی کو کوئی انعام دے جو اس کے مقررہ حصہ کے علاوہ ہو' اسے نفل کہتے ہیں۔ غنیمت کے انداز اور اس کے کارنامے کے صلے کے برابر یہ ملتا ہے۔ اس نفل کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو مقتول کا مال اسباب وغیرہ ہے جس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ دوسری صورت وہ نفل جو پانچواں حصہ علیحدہ کرنے کے بعد دیا جاتا ہے' مثلاً امام نے کوئی چھوٹا سا لشکر کسی دشمن پر بھیج دیا' وہ غنیمت یا مال لے کر پلٹا تو امام اس میں سے اسے چوتھائی یا تہائی بانٹ دے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جو پانچواں حصہ نکال کر باقی کا تقسیم ہو چکا ہے' اب امام بقدر خزانہ اور بقدر شخصی جرات کے اس میں سے جسے جتنا چاہے دے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ امام پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے ہی کسی کو کچھ دے مثلاً چرواہوں کو' سائیسوں کو' بہشتیوں کو وغیرہ' پھر ہر صورت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے جو سامان اسباب مقتولین کا مجاہدین کو دیا جائے' وہ انفال میں داخل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنا حصہ پانچویں حصے میں سے پانچواں جو تھا' اس میں سے آپ جسے چاہیں جتنا چاہیں' عطا فرمائیں' یہ نفل ہے' پس امام کو چاہئے کہ دشمنوں کی کثرت' مسلمانوں کی قلت اور ایسے ہی ضروری وقتوں میں سے اس سنت کی تابعداری کرے' ہاں جب ایسا موقع نہ ہو تو نفل ضروری نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ایک چھوٹی سی جماعت کہیں بھیجتا ہے اور ان سے کہہ دیتا ہے کہ جو شخص جو کچھ حاصل کرے' پانچواں حصہ نکال کر باقی سب اسی کا ہے تو وہ سب انہی کا ہے کیونکہ انہوں نے اسی شرط پر غزوہ کیا ہے اور یہ رضامندی سے طے ہو چکی ہے' لیکن ان کے اس بیان میں جو کچھ کہا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا' اس میں ذرا کلام ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ دو اونٹنیاں وہ ہیں جو انہیں بدر کے دن پانچویں حصے میں ملی تھیں' میں نے ان کا پورا بیان کتاب السیرہ میں کر دیا ہے۔ فالحمد للہ۔ تم اپنے کاموں میں اللہ کا ڈر رکھو' آپس میں صلح و صفائی رکھو۔ ظلم' جھگڑے اور مخالفت سے باز آ جاؤ' جو ہدایت و علم اللہ کی طرف سے تمہیں ملا ہے' اس کی قدر کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے رہو' عدل و انصاف سے ان مالوں کو تقسیم کرو' پرہیزگاری اور صلاحیت اپنے اندر پیدا کرو۔

مسند ابو یعلی میں ہے کہ حضورؐ بیٹھے بیٹھے ایک مرتبہ مسکرائے اور پھر ہنس دیئے' عمرؓ نے دریافت کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' کیسے ہنس دیئے؟ آپ نے فرمایا' میری امت کے دو شخص اللہ رب العزت کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے' ایک نے کہا' اللہ میرے بھائی سے میرے ظلم کا بدلہ لے' اللہ نے اس سے فرمایا' ٹھیک ہے اسے بدلہ دے' اس نے کہا اللہ میرے پاس تو نیکیاں اب باقی نہیں رہیں' اس نے کہا اللہ پھر میری برائیاں اس پر لاد دے' اس وقت حضورؐ کے آنسو نکل آئے اور فرمانے لگے' وہ دن بڑا ہی سخت ہے لوگ چاہتے ہوں گے'

تلاش میں ہوں گے کہ کسی پر ان کا بوجھ لاد دیا جائے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے طالب اپنی نگاہ اٹھا اور ان جنتیوں کو دیکھ وہ دیکھے گا اور کہے گا چاندی کے قلعے اور سونے کے محل میں دیکھ رہا ہوں جو لولو اور موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہیں پروردگار مجھے بتایا جائے کہ یہ مکانات اور یہ درجے کسی نبی کے ہیں یا کسی صدیق کے یا کسی شہید کے؟ اللہ فرمائے گا یہ اس کے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر دے یہ کہے گا اللہ کس سے ان کی قیمت ادا ہو سکے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس تو اس کی قیمت ہے وہ خوش ہو کر پوچھے گا کہ پروردگار وہ کیا؟ اللہ فرمائے گا یہی کہ تیرا جو حق اس مسلمان پر ہے تو اسے معاف کر دے وہ فوراً کہے گا اللہ میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اب اس کا ہاتھ تھام لے اور تم دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کا آخری حصہ تلاوت فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کی اصلاح کرو دیکھو اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن مومنوں میں صلح کرائے گا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

مومن وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے ذکر اللہ کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان بڑھا دیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ○ جو نمازوں کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں ○ یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں بڑے مرتبے ہیں اور بخشش ہے اور بہت ہی اچھی روزی ○

ایمان سے خالی لوگ اور حقیقت ایمان: ☆☆ (آیت:۲-۴) ابن عباسؓ فرماتے ہیں منافقوں کے دل میں نہ فریضے کی دائیگی کے وقت ذکر اللہ ہوتا ہے نہ کسی اور وقت پر نہ ان کے دلوں میں ایمان کا نور رہتا ہے نہ اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے نہ تنہائی میں نمازی رہتے ہیں نہ اپنے مال کی زکوۃ دیتے ہیں ایسے لوگ ایمان سے خالی ہوتے ہیں لیکن ایماندار ان کے برعکس ہوتے ہیں۔ ان کے دل یاد خالق سے کپکپاتے رہتے ہیں فرائض ادا کرتے ہیں آیات الٰہی سن کر ایمان چمک اٹھتے ہیں تصدیق میں بڑھ جاتے ہیں رب کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ کی یاد سے تھرتھراتے رہتے ہیں اللہ کا ڈر ان میں سمایا ہوا ہوتا ہے اسی وجہ سے نہ تو حکم کا خلاف کرتے ہیں اور نہ منع کئے ہوئے کام کو کرتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ ان سے اگر کوئی برائی سرزد ہو بھی جاتی ہے تو یاد الہ کرتے ہیں پھر اپنے گناہ سے استغفار کرتے ہیں حقیقت میں سوائے اللہ کے کوئی گناہوں کا بخشنے والا بھی نہیں یہ لوگ باوجود علم کے کسی گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اور آیات میں ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ الخ جو شخص اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے جی میں ظلم یا گناہ کرنے کا خیال آتا ہے لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر جاؤ وہیں ان کا دل کانپنے لگتا ہے۔ ام درداء فرماتی ہیں کہ دل اللہ کے خوف سے حرکت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے وقت انسان کو اللہ عزوجل سے دعا مانگنی چاہئے ایمانی حالت بھی ان کی روز بروز زیادتی میں رہتی ہے ادھر قرآنی آیات سنیں اور ایمان بڑھا۔

جیسے اور جگہ ہے کہ جب کوئی سورت اترتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس نے تم میں کس کا ایمان بڑھا دیا - بات یہ ہے کہ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ خوش ہو جاتے ہیں - اس آیت سے اور اس جیسی دیگر آیات سے حضرت امام الائمہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ ایمان کی زیادتی سے مراد ہے کہ دلوں میں ایمان کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے' یہی مذہب جمہور امت کا ہے بلکہ کئی ایک نے اس پر اجماع نقل کیا ہے جیسے شافعی' احمد بن حنبل' ابوعبید وغیرہ جیسے کہ ہم نے شرح بخاری کے شروع میں پوری طرح بیان کر دیا ہے - والحمدللہ - ان کا بھروسہ صرف اپنے رب پر ہوتا ہے' نہ اس کے سوا کسی سے وہ امید رکھیں' نہ اس کے سوا کوئی ان کا مقصود' نہ اس کے سوا کسی سے وہ پناہ چاہیں' نہ اس کے سوا کسی سے مرادیں مانگیں' نہ کسی اور کی طرف جھکیں' وہ جانتے ہیں کہ قدرتوں والا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے' جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا' تمام ملک میں اسی کا حکم چلتا ہے' مالک صرف وہی ہے وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' نہ اس کے کسی حکم کو کوئی ٹال سکے اور وہ جلد ہی حساب لینے والا ہے - حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' اللہ پر توکل کرنا ہی پورا ایمان ہے -

ان مومنوں کے ایمان اور اعتقاد کی حالت بیان فرما کر اب ان کے اعمال کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نمازوں کے پابند ہوتے ہیں - وقت کی' وضو کی' رکوع کی' سجدے کی' کامل پاکیزگی کی' قرآن کی تلاوت' تشہد' درود' سب چیزوں کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں - اللہ کے اس حق کی ادائیگی کے ساتھ ہی بندوں کے حق بھی نہیں بھولتے - واجب خرچ یعنی زکوٰۃ' مستحب خرچ یعنی اللہ کے راستہ میں صدقہ و خیرات برابر دیتے ہیں -

چونکہ تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے' اس لئے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرے' اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں دیتے رہو' یہ مال تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے' بہت جلد تم اسے چھوڑ کر رخصت ہونے والے ہو' پھر فرماتا ہے کہ جن میں یہ اوصاف ہوں وہ سچے مومن ہیں - طبرانی میں ہے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کے پاس سے گذرے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری صبح کس حال میں ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ سچے مومن ہونے کی حالت میں' آپؐ نے فرمایا کہ سمجھ لو کہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہر چیز کی حقیقت ہوا کرتی ہے' جانتے ہو حقیقت ایمان کیا ہے؟ جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی خواہشیں دنیا سے الگ کر لیں' راتیں اللہ تعالیٰ کی یاد میں جاگ کر اور دن اللہ کی راہ میں بھوکے پیاسے رہ کر گذارتا ہوں' گویا میں اللہ کے عرش کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتا رہتا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپس میں ہنسی خوشی ایک دسرے سے مل جل رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ دوزخ میں جل بھن رہے ہیں' آپ نے فرمایا حارثہ تو نے حقیقت جان لی' پس اس حال پر ہمیشہ قائم رہنا' تین مرتبہ یہی فرمایا -

پس آیت میں بالکل محاورہ عرب کے مطابق ہے جیسے وہ کہا کرتے ہیں کہ گو فلاں قوم میں سردار بہت سے ہیں لیکن صحیح معنی میں سردار فلاں ہے' یا فلاں قبیلے میں تاجر بہت ہیں لیکن صحیح طور پر تاجر فلاں ہے' یا فلاں لوگوں میں شاعر بہت ہیں لیکن سچا شاعر فلاں ہے - ان کے مرتبے اللہ کے ہاں بڑے بڑے ہیں' اللہ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے' وہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے گا ان کی نیکیوں کی قدردانی کرے گا' گو یہ درجے اونچے نیچے ہوں گے لیکن کسی بلند مرتبہ شخص کے دل میں یہ خیال نہ ہو گا کہ میں فلاں سے اعلیٰ ہوں اور نہ کسی ادنیٰ درجے والوں کو یہ خیال ہو گا کہ میں فلاں سے کم ہوں - بخاری و مسلم میں ہے' رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ علیین والوں کو نیچے کے درجے کے لوگ اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کناروں کے ستاروں کو دیکھتے ہو - صحابہؓ نے پوچھا' یہ مرتبے تو انبیاء کے ہوں گے؟ کوئی اور تو اس مرتبے پر نہ پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ لوگ بھی جو اللہ پر ایمان لائیں اور رسولوں کو سچ جانیں - اہل سنن کی حدیث میں ہے کہ اہل جنت بلند درجہ جنتیوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کناروں

کے چمکیلے ستاروں کو دیکھا کرتے ہو یقیناً ابوبکرؓ اور عمرؓ انہی میں سے ہیں اور بہت اچھے ہیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

جیسے کہ تجھے پروردگار نے بہترین تدبیر کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا حالانکہ مومنوں کی ایک جماعت اسے ناپسند کرنے والی تھی ○ یہ تو تجھ سے بالکل سچی بات میں جو واضح ہو چکی ہے، جھگڑ رہے ہیں گویا کہ وہ موت کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف گھسیٹے جا رہے ہیں ○ یاد کر جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے ہاتھ لگے گی، تمہاری چاہت تھی کہ بغیر شوکت والی جماعت تمہارے ہاتھ لگے اور حق تعالیٰ کی چاہت تھی کہ وہ دین حق کو اپنے فرمان سے سچا ثابت کر دکھائے اور کافروں کی جڑ بنیاد کاٹ دے ○ تاکہ حق کو حق اور ناحق کو ناحق کر دکھائے، گو گنہگاروں کو برا ہی لگے ○

شمع رسالت کے جاں نثاروں کی دعائیں: ☆☆ (آیت: ۵-۸) ایک مطلب تو اس کا یہ ہے کہ جیسے تم نے مال غنیمت میں اختلاف کیا آخر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے نبی کو اس کی تقسیم کا اختیار دے دیا اور اپنے عدل و انصاف کے ساتھ اسے تم میں بانٹ دیا اور درحقیقت تمہارے لئے اسی میں بھلائی تھی۔ اسی طرح اس نے باوجود تمہاری اس چاہت کے کہ قریش کا تجارتی قافلہ تمہیں مل جائے اور جنگی جماعت سے مقابلہ نہ ہو، اس نے تمہارا مقابلہ بغیر کسی وعدے کے ایک پرشکوہ جماعت سے کرا دیا اور تمہیں اس پر غالب کر دیا کہ اللہ کی بات بلند ہو جائے اور تمہیں فتح، نصرت، غلبہ اور شان، شوکت عطا ہو۔ جیسے فرمان ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ الخ تم پر جہاد فرض کیا گیا حالانکہ تم اسے برا جانتے ہو، بہت ممکن ہے کہ ایک چیز کو اپنے حق میں اچھی نہ جانو اور درحقیقت وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور ایک چیز کو اپنے حق میں اچھی جانو اور حقیقت میں وہ بدتر ہو، دراصل حقائق کا علم اللہ ہی کو ہے تم محض بے علم ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ جیسے مومنوں کے ایک گروہ کی چاہت کے خلاف تجھے تیرے رب نے شہر سے باہر لڑائی کے لئے نکالا اور نتیجہ اسی کا اچھا ہوا، ایسے ہی جو لوگ جہاد کے لئے نکلنا بوجھ سمجھ رہے ہیں دراصل یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مال غنیمت میں ان کا اختلاف بالکل بدر والے دن کے اختلاف کے مشابہ تھا، کہنے لگے تھے آپ نے ہمیں قافلے کا فرمایا تھا، لشکر کا نہیں، ہم جنگی تیاری کر کے نکلے ہی نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مدینے سے اسی ارادے سے نکلے تھے کہ ابوسفیان کے اس قافلے کو روکیں جو شام سے مدینہ کو قریشیوں کے بہت سے مال اسباب لے کر آ رہا تھا۔ حضورؐ نے لوگوں کو تیار کیا اور تین سو دس سے کچھ اوپر لوگوں کو لے کر آپ مدینے سے چلے اور سمندر کے کنارے کے راستے کی طرف سے بدر کے مقام سے چلے، ابوسفیان کو چونکہ آپ کے نکلنے کی خبر پہنچ چکی تھی اس نے اپنا راستہ

بدل دیا اور ایک تیز رو قاصد کو مکے دوڑایا' وہاں سے قریش تقریباً ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر لوہے میں ڈوبے ہوئے بدر کے میدان میں پہنچ گئے' پس یہ دونوں جماعتیں ٹکرا گئیں' گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح دلوائی' اپنا دین بلند کیا اور اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام کو کفر پر غالب کیا جیسے کہ اب بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ جب حضور کو یہ پتہ چلا کہ مشرکین کی جنگی مہم مکے سے آ رہی ہے' اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ سے بذریعہ وحی کے وعدہ کیا کہ یا تو قافلہ آپ کو ملے گا یا لشکر کفار۔ اکثر مسلمان دل سے چاہتے تھے کہ قافلہ مل جائے کیونکہ یہ نسبتاً ہلکی چیز تھی لیکن اللہ کا ارادہ تھا کہ اس وقت بغیر زیادہ تیاری اور اہتمام کے اور آپ کے قول قرار کے مڈبھیڑ ہو جائے اور حق و باطل کی تمیز ہو جائے' کفار کی ہمت ٹوٹ جائے اور دین حق نکھر آئے۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ ابوسفیان کا قافلہ شام سے لوٹ رہا ہے تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ ہم اس قافلے کی طرف بڑھیں؟ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مال غنیمت دلوا دے' ہم سب نے تیاری ظاہر کی' آپ ہمیں لے کر چلے' ایک دن یا دو دن کا سفر کر کے آپ نے ہم سے فرمایا کہ قریشیوں سے جہاد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہیں تمہارے چلنے کا علم ہو گیا ہے اور وہ تم سے لڑنے کے لئے چل پڑے ہیں' ہم نے جواب دیا کہ واللہ ہم میں ان سے مقابلے کی طاقت نہیں' ہم تو صرف قافلے کے ارادے سے نکلے ہیں' آپ نے پھر یہی سوال کیا اور ہم نے پھر یہی جواب دیا۔ اب حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم اس وقت آپ کو وہ نہ کہیں گے جو موسیٰؑ کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تو اور تیرا رب جا کر کافروں سے لڑ لے' ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' اب تو ہمیں بڑا ہی رنج ہونے لگا کہ کاش یہی جواب ہم بھی دیتے تو ہمیں مال کے ملنے سے اچھا تھا' پس یہ آیت اتری۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ بدر کی جانب چلتے ہوئے رسول اکرم ﷺ روحا میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ہاں ہمیں بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ فلاں فلاں جگہ ہیں' آپ نے پھر خطبہ دیا اور یہی فرمایا' اب کی مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے یہی جواب دیا' آپ نے پھر تیسرے خطبے میں یہی فرمایا' اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ہم سے دریافت فرما رہے ہیں؟ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو عزت و بزرگی عنایت فرمائی ہے اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے' نہ میں ان راستوں میں کبھی چلا ہوں اور نہ مجھے اس لشکر کا علم ہے' ہاں اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ برک الغماد تک بھی چڑھائی کریں تو واللہ ہم آپ کی رکاب تھامے آپ کے پیچھے ہوں گے' ہم ان کی طرح نہیں جنہوں نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ تو اپنے ساتھ اپنے پروردگار کو لے کر چلا جا اور تم دونوں ان سے لڑ لو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں' نہیں نہیں بلکہ اے اللہ کے رسول آپ چلئے' اللہ آپ کا ساتھ دے' ہم تو آپ کے زیر حکم کفار سے جہاد کے لئے صدق دل سے تیار ہیں' یا رسول اللہ (ﷺ) گو آپ کسی کام کو زیر نظر رکھ کر نکلے ہوں لیکن اس وقت کوئی اور نیا کام پیش نگاہ ہو تو بسم اللہ کیجئے' ہم تابعداری سے منہ پھیرنے والے نہیں' آپ جس سے چاہیں ناطہ توڑ لیجئے' جس سے چاہیں عداوت کیجئے' اور جس سے چاہیں محبت کیجئے' ہم اسی میں آپ کے ساتھ ہیں' یا رسول اللہ ہماری جانوں کے ساتھ ہمارے مال بھی حاضر ہیں' آپ کو جس قدر ضرورت ہو لیجئے اور کام میں لگائیے' پس حضرت سعدؓ کے اس فرمان پر قرآن کی یہ آیات اتری ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے دشمن سے بدر میں جنگ کرنے کی بابت صحابہؓ سے مشورہ کیا اور حضرت سعد بن عبادہ

رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور حضورؐ نے مجاہدین کو کمر بندی کا حکم دے دیا' اس وقت بعض مسلمانوں کو یہ ذرا گراں گذرا اس پر یہ آیات اتریں۔ پس حق میں جھگڑنے سے مراد جہاد میں اختلاف کرنا ہے اور مشرکوں کے لشکر سے مڈبھیڑ ہونے اور ان کی طرف چلنے کو ناپسند کرنا ہے' اس کے بعد ان کے لئے واضح ہو گیا یعنی یہ امر کہ حضورؐ بغیر حکم رب العزت کے کوئی حکم نہیں دیتے۔ دوسری تفسیر میں ہے' اس سے مراد مشرک لوگ ہیں جو حق میں روڑے اٹکاتے ہیں' اسلام کا ماننا ان کے نزدیک ایسا ہے جیسے دیکھتے ہوئے موت کے منہ میں کودنا' یہ وصف مشرکوں کے سوا اور کسی کا نہیں اور اہل کفر کی پہلی علامت یہی ہے۔ ابن زید کا یہ قول نقل کر کے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول بالکل بے معنی ہے اس لئے کہ اس سے پہلے کا قول يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ اہل ایمان کی خبر ہے تو اس سے متصل خبر بھی انہی کی ہے۔ ابن عباسؓ اور ابن اسحاق ہی کا قول اس بارے میں ٹھیک ہے کہ یہ خبر مومنوں کی ہے' نہ کہ کافروں کی حق بات یہی ہے جو امام صاحب نے کہی۔ سیاق کلام کی دلالت بھی اسی پر ہے (واللہ اعلم)۔

مسند احمد میں ہے کہ بدر کی لڑائی کی فتح کے بعد بعض صحابہؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اب چلئے قافلے کو بھی دبا لیں' اب کوئی روک نہیں ہے' اس وقت عباس بن عبدالمطلب کفار سے قید ہو کر آئے ہوئے زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے' اونچی آواز سے کہنے لگے کہ حضورؐ ایسا نہ کیجئے' آپ نے دریافت فرمایا کیوں؟ انہوں نے جواب دیا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا' وہ اللہ نے پورا کیا ایک جماعت آپ کو مل گئی۔ مسلمانوں کی چاہت تھی کہ لڑائی والے گروہ سے تو مڈبھیڑ نہ ہو البتہ قافلے والے مل جائیں اور اللہ کی چاہت تھی کہ شوکت و شان والی' قوت و گھمنڈ والی لڑائی بھڑائی والی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر تمہیں غالب کر کے تمہاری مدد کرے' اپنے دین کو ظاہر کر دے اور اپنے کلمے کو بلند کر دے اور اپنے دین کو دوسرے تمام دینوں پر اونچا کر دے' پس انجام کی بھلائی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' وہ اپنی عمدہ تدبیر سے تمہیں سنبھال رہا ہے' تمہاری مرضی کے خلاف کرتا ہے اور اس میں تمہاری مصلحت اور بھلائی ہوتی ہے' جیسے فرمایا کہ جہاد تم پر لکھا گیا اور وہ تمہیں ناپسند ہے' لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہاری ناپسندیدگی کی چیز میں ہی انجام کے لحاظ سے تمہارے لئے بہتری ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ درحقیقت تمہارے حق میں بری ہو۔ اب جنگ بدر کا مختصر سا واقعہ بزبان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سنئے' جب رسول کریم ﷺ نے سنا کہ ابوسفیان شام سے مع قافلے کے اور مع اسباب کے آ رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ چلو ان کا راستہ روکو' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے یہ اسباب تمہیں دلوا دے' چونکہ کسی لڑانے والی جماعت سے لڑائی کرنے کا خیال بھی نہ تھا' اس لئے لوگ بغیر کسی خاص تیاری کے جیسے تھے' ویسے ہی ہلکے پھلکے نکل کھڑے ہوئے' ابوسفیان بھی غافل نہ تھا' اس نے جاسوس چھوڑ رکھے تھے اور آنے جانے والوں سے بھی دریافت حال کر رہا تھا' ایک قافلے سے اسے معلوم ہو گیا کہ حضورؐ اپنے ساتھیوں کو لے کر تیرے اور تیرے قافلے کی طرف چل پڑے ہیں' اس نے ضیغم بن عمرو غفاری کو انعام دے دلا کر اسی وقت قریش مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ تمہارے مال خطرے میں ہیں' حضورؐ مع اپنے اصحاب کے اس طرف آ رہے ہیں' تمہیں چاہئے کہ پوری تیاری سے فوراً ہماری مدد کو آؤ' اس نے بہت جلد وہاں پہنچ کر خبر دی تو قریشیوں نے زبردست حملے کی تیاری کر لی اور نکل کھڑے ہوئے' اللہ کے رسول ﷺ جب ذفران وادی میں پہنچے تو آپ کو قریش کے لشکروں کا ساز و سامان سے نکلنا معلوم ہو گیا' آپ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا اور یہ خبر بھی کر دی۔

حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر جواب دیا اور بہت اچھا کہا' پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی معقول جواب دیا' پھر حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہو' اسے انجام دیجئے' ہم جان و مال سے آپ کے ساتھ ہیں

اور ہر طرح فرمانبردار ہیں' ہم بنواسرائیل کی طرح نہیں کہ اپنے نبیؑ سے کہہ دیں کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑ لو ہم تماشا دیکھتے ہیں' نہیں بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ اللہ کی مدد کے ساتھ چلئے' کیجئے' ہم آپ کے ساتھ ہیں' اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ اگر آپ برک غماد یعنی حبشہ کے ملک تک بھی چلیں تو ہم آپ کے ساتھ سے منہ نہ موڑیں گے اور وہاں پہنچائے اور پہنچے بغیر کسی طرح نہ رہیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے انہیں بہت اچھا کہا اور ان کو بڑی دعائیں دیں' لیکن آپ پھر بھی یہی فرماتے رہے کہ لوگو مجھے مشورہ دو' میری بات کا جواب دو' اس سے مراد آپ کی انصاریوں کے گروہ سے تھی' ایک تو اس لئے کہ گنتی میں یہی زیادہ تھے' دوسرے اس لئے بھی کہ عقبہ میں جب انصار نے بیعت کی تھی تو اس بات پر کی تھی کہ جب آپ مکے سے نکل کر مدینے میں پہنچ جائیں' پھر ہم آپ کے ساتھ ہیں' جو بھی دشمن آپ پر چڑھائی کر کے آئے' ہم اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں گے' اس میں چونکہ یہ وعدہ نہ تھا کہ خود آپ اگر کسی پر چڑھ کر جائیں تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے' اس لئے آپ چاہتے تھے کہ اب ان کا ارادہ معلوم کر لیں کا اشارہ سمجھ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ شاید آپ ہم سے جواب چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں یہی بات ہے تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ' ہمارا آپ پر ایمان ہے' ہم آپ کو سچا جانتے ہیں اور جو کچھ آپ لائے ہیں' اسے بھی حق مانتے ہیں' ہم آپ کا فرمان سننے اور اس پر عمل کرنے کی بیعت کر چکے ہیں' اے اللہ کے رسولؐ' جو حکم اللہ تعالیٰ کا آپ کو ہوا ہے' اسے پورا کیجئے' ہم آپ کی ہمرکابی سے نہ ہٹیں گے' اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے' اگر سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر آپ اس میں گھوڑا ڈال دیں تو ہم بھی بلا تامل اس میں کود پڑیں گے' ہم میں سے ایک کو بھی آپ ایسا نہ پائیں گے جسے ذرا سا بھی تامل ہو' ہم اس پر بخوشی رضامند ہیں کہ آپ ہمیں دشمنوں کے مقابلے پر چھوڑ دیں' ہم لڑائیوں میں بہادری کرنے والے' مصیبت کے جھیلنے والے اور دشمن کے دل پر سکہ جما دینے والے ہیں' آپ ہمارے کام دیکھ کر انشاء اللہ خوش ہوں گے' چلئے اللہ کا نام لے کر چڑھائی کیجئے' اللہ برکت دے۔ ان کے اس جواب سے رسول اکرم ﷺ بہت ہی مسرور ہوئے اسی وقت کوچ کا حکم دیا کہ چلو اللہ کی برکت پر خوش ہو جاؤ' رب مجھ سے وعدہ کر چکا ہے کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت ہمارے ہاتھ لگے گی' واللہ میں تو ان لوگوں کے گرنے کی جگہ ابھی یہیں سے گویا اپنی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ
مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا
بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ
عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠ ع ۱۰/۱۵

یہی وہ وقت تھا جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے' اس نے تمہاری فریاد رسی کی کہ میں تمہاری امداد ایک ہزار لگا تار آنے والے فرشتوں سے کروں گا ○ اسے تو اللہ نے صرف تمہارے لئے ایک خوشخبری بنائی تھی کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں' فتح و نصرت اللہ ہی کی طرف سے ہے' اللہ غالب ہے اور باحکمت ○

سب سے پہلا غزوہ بدر بنیاد لا الہ الا اللہ: ☆☆ (آیت: ۹-۱۰) مسند احمد میں ہے کہ بدر والے دن نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کی طرف نظر ڈالی' وہ تین سو سے کچھ اوپر تھے' پھر مشرکین کو دیکھا' ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی' اسی وقت آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہبند باندھے ہوئے تھے' آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی کہ الٰہی جو تیرا وعدہ ہے' اسے اب پورا فرما' الٰہی جو

وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے' وہی کر اے اللہ اہل اسلام کی یہ تھوڑی سی جماعت اگر ہلاک ہو جائے گی تو پھر کبھی بھی تیری توحید کے ساتھ زمین پر عبادت نہ ہو گی' قفقیو نہی آپ دعا اور فریاد میں لگے رہے' یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں پر سے اتر گئی - اسی وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے' آپ کی چادر اٹھا کر آپ کے جسم مبارک پر ڈال کر (پیچھے سے آپ کو اپنی بانہوں میں لے کر) آپ کو وہاں سے ہٹانے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ' اب بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے جی بھر کر دعا مانگ لی' وہ اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا' اسی وقت یہ آیت اتری -

اس کے بعد مشرک اور مسلمان آپس میں گتھم گتھا ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی' ان میں سے ستر شخص تو قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے - حضورؐ نے ان قیدی کفار کے بارے میں حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا' صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا یا رسول اللہؐ آخر یہ ہمارے کنبے برادری کے خویش و اقارب ہیں' آپ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے' مال ہمیں کام آئے گا اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ کل انہیں ہدایت دے دے اور یہ ہمارے قوت و بازو بن جائیں پھر آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ نے فرمایا' میری رائے تو اس بارے میں حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف ہے' میرے نزدیک تو ان میں سے فلاں جو میرا قریشی رشتہ دار ہے' مجھے سونپ دیجئے کہ میں اس کی گردن ماروں اور عقیل کو حضرت علیؓ کے سپرد کیجئے کہ وہ اس کا کام تمام کریں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ان کا فلاں بھائی کیجئے کہ وہ اسے صاف کر دیں' ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ ظاہر کر دیں کہ ہمارے دل ان مشرکوں کی محبت سے خالی ہیں' اللہ رب العزت کے نام پر انہیں چھوڑ چکے ہیں اور رشتہ داریاں ان سے توڑ چکے ہیں' یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ سرداران کفر ہیں اور کافروں کے گرو ہیں' انہیں زندہ چھوڑنا مناسب نہیں' حضور ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کیا اور حضرت عمرؓ کی بات کی طرف مائل نہ ہوئے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن صبح ہی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں' میں نے پوچھا کہ آخر اس رونے کا کیا سبب ہے؟ اگر کوئی ایسا ہی باعث ہو تو میں بھی ساتھ دوں ورنہ تکلف سے ہی رونے لگوں کیونکہ آپ دونوں بزرگوں کو روتا دیکھتا ہوں' آپؐ نے فرمایا' یہ رونا بوجہ اس عذاب کے ہے جو تیرے ساتھیوں پر فدیہ لے لینے کے باعث پیش ہوا' آپ نے اپنے پاس کے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' دیکھو اللہ کا عذاب اس درخت تک پہنچ چکا ہے - اسی کا بیان آیت مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی سے مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا تک ہے - پس اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت حلال فرمایا پھر اگلے سال جنگ احد کے موقعہ پر فدیہ لینے کے بدلے ان کی سزا طے ہوئی' ستر مسلمان صحابہؓ شہید ہوئے' لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی' آنحضرت ﷺ کے سامنے کے چار دانت شہید ہوئے' آپ کے سر پر جو خود تھا' وہ ٹوٹ گیا' چہرہ خون آلودہ ہو گیا - پس یہ آیت اتری اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ الخ یعنی جب تمہیں مصیبت پہنچی تو کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ جواب دے کہ یہ خود تمہاری اپنی طرف سے ہے - تم اس سے پہلے اس سے دگنی راحت بھی تو پا چکے ہو' یقین مانو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے' مطلب یہ ہے کہ یہ فدیہ لینے کا بدل ہے یہ حدیث مسلم شریف وغیرہ میں بھی ہے ابن عباسؓ وغیرہ کا فرمان ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی دعا کے بارے میں ہے - اور روایت میں ہے کہ جب حضورؐ نے دعا میں اپنا پورا مبالغہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا' یا رسول اللہ اب مناجات ختم کیجئے' اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے' وہ اسے ضرور پورا کرے گا اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت

مقداد بن اسود نے ایک ایسا کام کیا کہ اگر میں کرتا تو مجھے اپنے اور تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا' آنحضرت ﷺ جب مشرکوں پر بددعا کر رہے تھے تو مقداد بن اسود آئے اور کہنے لگے' ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو قوم موسیٰ نے کہا تھا کہ خود اپنے رب کو ساتھ لے کر جا اور لڑ بھڑ لو بلکہ ہم جو کہتے ہیں' وہ کر کے بھی دکھائیں گے چلئے ہم آپ کے دائیں بائیں برابر کفار سے جہاد کریں گے آگے پیچھے بھی ہم ہی ہم نظر آئیں گے' میں نے دیکھا کہ ان کے اس قول سے رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس دعا کے بعد حضور ﷺ یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ عنقریب مشرکین شکست کھائیں گے اور پیٹھ دکھائیں گے (نسائی وغیرہ) ارشاد ہوا کہ ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری امداد کی جائے گی جو برابر ایک دوسرے کے پیچھے سلسلہ وار آئیں گے اور تمہاری مدد کریں گے' ایک کے بعد ایک آتا رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے لشکر کے دائیں طرف میں آئے تھے جس پر کمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی اور بائیں طرف پر حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کی فوج کے ساتھ اترے تھے' اس طرف میری کمان تھی۔ ایک قرأت میں مردفین بھی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ان دونوں فرشتوں کے ساتھ پانچ پانچ سو فرشتے تھے جو بطور امداد آسمان سے بحکم الٰہی اترے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ایک کافر پر حملہ کرنے کے لئے اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک ایک کوڑا مارنے کی آواز اور ساتھ ہی ایک گھڑ سوار کی آواز آئی کہ اے خیروم آگے بڑھ' وہیں دیکھا کہ وہ مشرک چت گرا ہوا ہے' اس کا منہ کوڑے کے لگنے سے بگڑ گیا ہے اور ہڈیاں پسلیاں چور چور ہو گئی ہیں۔ اس انصاری صحابیؓ نے حضورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو سچا ہے' یہ تیری آسمانی مدد تھی' پس اس دن ستر کافر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ "بدر والے دن فرشتوں کا اترنا" پھر حدیث لائے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے اور پوچھا کہ بدری صحابہؓ کا درجہ آپ میں کیسا سمجھا جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' اور مسلمانوں سے بہت افضل' حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا' اس طرح بدر میں آنے والے فرشتے بھی اور فرشتوں میں افضل گنے جاتے ہیں۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشورہ رسول اللہ ﷺ کو دیا تو آپ نے فرمایا وہ تو بدری صحابی ہیں' تم نہیں جانتے' اللہ تعالیٰ نے بدریوں پر نظر ڈالی اور فرمایا تم جو چاہے کرو' میں نے تمہیں بخش دیا۔

پھر فرماتا ہے کہ فرشتوں کا بھیجنا اور تمہیں اس کی خوشخبری دینا صرف تمہاری خوشی اور اطمینان دل کے لئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے بغیر بھی اس پر قادر ہے' جس کی چاہے مدد کرے اور اسے غالب کر دے' بغیر نصرت پروردگار کے کوئی فتح نہیں پا سکتا' اللہ ہی کی طرف سے مدد ہوتی ہے۔ جیسے فرمان ہے فاذا لقیتم الذین کفروا الخ کافروں سے جب میدان (جنگ) ہو تو گردن مارنا ہے' جب اس میں کامیابی ہو جائے تو پھر قید کرنا ہے' اس کے بعد یا احسان کے طور پر چھوڑ دینا یا فدیہ لے لینا ہے یہاں تک کہ لڑائی موقوف ہو جائے' یہ ظاہری صورت ہے' اگر رب چاہے تو آپ ہی ان سے بدلے لے لیکن وہ ایک سے ایک کو آزما رہا ہے' اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے' انہیں اللہ تعالیٰ راہ دکھائے گا اور انہیں خوشحال کر دے گا اور جان پہچان کی جنت میں لے جائے گا۔

اور آیت میں ہے وتلک الدیام ندا ولھا بین الناس الخ یہ دن ہم لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ جانچ لے اور شہیدوں کو الگ کر لے' ظالموں سے اللہ ناخوش رہتا ہے۔ اس میں ایمانداروں کا امتیاز ہو جاتا ہے اور یہ کفار کے مٹانے کی صورت ہے۔ جہاد کا شرعی فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو موحدوں کے ہاتھوں سزا دیتا ہے' اس سے پہلے عام آسمانی عذابوں سے وہ ہلاک کر دیئے جاتے

تھے جیسے قوم نوح پر طوفان آیا' عادوالے آندھی میں تباہ ہوئے' ثمودی چیخ سے غارت کر دیئے گئے' قوم لوط پر پتھر بھی برسے' زمین میں بھی دھنسائے گئے اوران کی بستیاں الٹ دی گئیں' قوم شعیب پر ابر کا عذاب آیا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دشمنان دین مع فرعون اوراس کی قوم اوراس کے لشکروں کے ڈبو دیئے گئے۔ اللہ نے توراۃ اتاری اوراس کے بعد سے اللہ کا حکم جاری ہوگیا جیسے فرمان ہے ولقد اتینا موسی الکتاب من؟ بعدما اھلکنا القرون الا ولی بصائر پہلی بستیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو سوچنے سمجھنے کی بات تھی۔ پھر سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کو سزا دینا شروع کی تاکہ مسلمانوں کے دل صاف ہو جائیں اور کافروں کی ذلت اور بڑھ جائے' جیسے اس امت کو اللہ جل شانہ کا حکم ہے قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم الخ اے مومنو! ان سے جہاد کرو' اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا' انہیں ذلیل کرے گا اور تمہیں ان پر مدد عطا فرما کر مومنوں کے سینے صاف کر دے گا۔ اس میدان بدر میں گھمنڈ ونخوت کے پتلوں کا' کفر کے سرداروں کا ان مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہونا جن پر ہمیشہ ان کی نظریں ذلت وحقارت کے ساتھ پڑتی رہیں' کچھ کم نہ تھا' ابوجہل اگر اپنے گھر میں اللہ کے کسی عذاب سے ہلاک ہو جاتا تو اس میں وہ شان نہ تھی جو معرکہ قتال میں مسلمانوں کے ہاتھوں ٹکڑے ہونے میں ہے۔

جیسے کہ ابولہب کی موت اسی طرح کی واقع ہوئی تھی کہ اللہ کے عذاب میں ایسا سڑا کہ موت کے بعد کسی نے نہ تو اسے نہلایا نہ دفنایا بلکہ دور سے پانی ڈال کر لوگوں نے پتھر پھینکنے شروع کئے اور انہیں میں وہ دب گیا۔ اللہ عزت والا ہے' پھر اس کا رسولؐ اور ایماندار' دنیا و آخرت میں عزت اور بھلائی ان ہی کے حصے کی چیز ہے جیسے ارشاد ہے انا لننصر رسلنا الخ ہم ضرور بہ ضرور اپنے رسولوں کی' ایماندار بندوں کی اس جہان میں اور اس جہان میں مدد فرمائیں گے۔ اللہ حکیم ہے' گو وہ قادر تھا کہ بغیر تمہارے لڑے بھڑے کفار کو ملیامیٹ کر دے' لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے جو وہ تمہارے ہاتھوں انہیں ڈھیر کر رہا ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

جبکہ اس نے اپنے پاس سے تمہاری تسکین کے لئے تم پر اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے بارش برسائی کہ تمہیں اس سے پاک صاف کر دے اور تم سے شیطانی آلودگی

کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعے سے تمہارے قدم جما دے ○ جبکہ تیرے پروردگار نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو' میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' پس تم گردنوں کے اوپر وار لگاؤ اور ان کی پور پور پر ضرب لگاؤ ○ یہ بدلہ ہے اس کا کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ بھی بڑی سخت مار مارنے والا ہے ○ یہ ہے اس کا ذائقہ تم چکھتے رہو' بیشک کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے ○

تائید الٰہی کے بعد فتح و کامرانی: ☆☆ (آیت:۱۱-۱۴) اللہ تعالیٰ اپنے احسانات بیان فرماتا ہے کہ اس جنگ بدر میں جبکہ اپنی کمی اور کافروں کی زیادتی' اپنی بے سروسامانی اور کافروں کے پرشوکت سروسامان دیکھ کر مسلمانوں کے دل پر برا اثر پڑ رہا تھا' پروردگار نے ان کے دلوں کے اطمینان کے لئے ان پر اونگھ ڈال دی۔ جنگ احد میں بھی یہی حال ہوا تھا جیسے فرمان ہے ثم انزل علیکم من' بعد الغم امنة نعاسا یغشیٰ الخ' یعنی پورے غم و رنج کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں امن دیا جو اونگھ کی صورت میں تمہیں ڈھانپے ہوئے تھا' ایک جماعت اسی میں مشغول تھی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد والے دن اونگھ غالب آ گئی تھی' اس وقت نیند میں جھوم رہا تھا' میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑتی تھی اور میں اٹھاتا تھا' میں نے جب نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ ڈھالیں سروں پر رکھے ہوئے نیند کے جھولے لے رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر والے دن ہمارے پورے لشکر میں گھڑ سوار صرف ایک ہی حضرت مقدادؓ تھے' میں نے نگاہ بھر کر دیکھا کہ سارا لشکر نیند میں مست ہے' صرف رسول اللہ ﷺ جاگ رہے تھے آپ ایک درخت تلے نماز میں مشغول تھے' روتے جاتے تھے اور نماز پڑھتے جاتے تھے' صبح تک آپ اسی طرح مناجات میں مشغول رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں اونگھ کا آنا اللہ کی طرف سے امن کا ملنا ہے اور نماز میں اونگھ کا آنا شیطانی حرکت ہے اونگھ صرف آنکھوں میں ہی ہوتی ہے اور نیند کا تعلق دل سے ہے یہ یاد رہے کہ اونگھ آنے کا مشہور واقعہ تو جنگ احد کا ہے' لیکن اس آیت میں جو بدر کے واقعہ کے قصے کے بیان میں ہے' اونگھ کا اترنا موجود ہے۔ پس سخت لڑائی کے وقت یہ واقعہ ہوا اور مومنوں کے دل اللہ کے عطا کردہ امن سے مطمئن ہو گئے' یہ بھی مومنوں پر اللہ کا فضل و کرم اور اس کا لطف و رحم تھا' سچ ہے سختی کے بعد آسانی ہے صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ رسول کریم ﷺ ایک چھپر تلے دعا میں مشغول تھے جو حضورؐ اونگھنے لگے' تھوڑی دیر میں جاگے اور تبسم فرما کر حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا' خوش ہو' یہ ہیں جبرئیل (علیہ السلام) گرد آلود' پھر آیت قرآنی سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ پڑھتے ہوئے جھونپڑے کے دروازے سے باہر تشریف لائے یعنی ابھی ابھی یہ لشکر شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ دوسرا احسان اس جنگ کے موقعہ پر یہ ہوا کہ بارش برس گئی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے میدان بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا' مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہو گئے تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے' شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ تم تو اپنے آپ کو اللہ والے سمجھتے ہو اور اللہ کے رسولؐ کو اپنے میں موجود مانتے ہو اور حالت یہ ہے کہ پانی تک تمہارے قبضے میں نہیں؟ مشرکین کے ہاتھ میں پانی ہے' تم نماز بھی جنبی ہونے کی حالت میں پڑھ رہے ہو' تو ایسے وقت آسمان سے مینہ برسنا شروع ہوا اور پانی کی ریل پیل ہو گئی' مسلمانوں نے پانی پیا بھی' پلایا بھی' نہاد دھو کر پاکی بھی حاصل کر لی اور پانی بھر بھی لیا اور شیطانی وسوسہ بھی زائل ہو گیا اور جو چکنی مٹی پانی کے راستے میں تھی' دھل کر وہاں کی سخت زمین نکل آئی اور ریت جم گئی کہ اس پر آمد و رفت آسان ہو گئی اور فرشتوں کی امداد آسمان سے آ گئی' پانچ سو فرشتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ماتحتی میں اور پانچ سو حضرت میکائیلؑ کی ماتحتی میں۔ مشہور یہ ہے کہ آپ جب بدر کی طرف تشریف لے چلے تو سب سے پہلے جو پانی تھا' وہاں

ٹھہرے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو اللہ کا حکم یہاں پڑاؤ کرنے کا ہوا تب تو خیر اور اگر جنگی مصلحت کے ساتھ پڑاؤ کیا ہو تو آپ اور آگے چلئے - آخری پانی پر قبضہ کیجئے - وہیں حوض بنا کر یہاں کے سب پانی وہاں جمع کر لیں تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی کے بغیر رہ جائے گا اور آپ نے یہی کیا بھی - مغازی اموی میں ہے کہ اس رائے کے بعد جبرئیلؑ کی موجودگی میں ایک فرشتے نے آ کر آپ کو سلام پہنچایا اور اللہ کا حکم بھی کہ یہی رائے ٹھیک ہے' آپ نے اس وقت حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ آپ انہیں جانتے ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا' میں آسمان کے تمام فرشتوں سے واقف نہیں ہوں - ہاں ہے تو یہ فرشتہ' شیطان نہیں' شیطان نہیں' سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ مشرکین ڈھلوان کی طرف تھے اور مسلمان اونچائی کی طرف' بارش ہونے سے مسلمانوں کی طرف تو زمین ڈھل کر صاف ہوگئی اور پانی سے انہیں نفع پہنچا لیکن مشرکین کی طرف پانی کھڑا ہو گیا' کیچڑ اور پھسلن ہوگئی کہ انہیں چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا حضرت مجاہد کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش اونگھ سے پہلے نازل کی' غبار جم گیا' زمین سخت ہوگئی' دلوں میں خوشی پیدا ہوئی' ثابت قدمی میسر ہو چکی' اب اونگھ آنے لگی اور مسلمان تازہ دم ہو گئے - صبح لڑائی ہونے والی تھی' رات کو ہلکی سی بارش ہوئی' ہم درختوں تلے جا چھپے' حضورؐ مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہے' یہ اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کر دے' وضو بھی کر لو اور غسل بھی' اس ظاہری پاکی کے ساتھ ہی باطنی پاکیزگی بھی حاصل ہوئی' شیطانی وسوسے بھی دور ہو گئے' دل مطمئن ہو گئے' جیسے کہ جنتیوں کے بارے میں فرمان ہے کہ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ الخ ان کے بدن پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں ان کا رب پاک صاف شربت پلائے گا پس لباس اور زیور تو ظاہری زینت کی چیز ہوئی اور پاک کرنے والا پانی جس سے دلوں کی پاکیزگی اور حسد و بغض کی دوری ہو جائے' یہ تھی باطنی زینت -

پھر فرماتا ہے کہ اس سے مقصود دلوں کی مضبوطی بھی تھی کہ صبر و برداشت پیدا ہو شجاعت و بہادری ہو دل بڑھ جائے - ثابت قدمی ظاہر ہو جائے اور حملے میں استقامت پیدا ہو جائے - واللہ اعلم - پھر اپنی ایک باطنی نعمت کا اظہار فرما رہا ہے تاکہ مسلمان اس پر بھی اللہ کا شکر بجا لائیں کہ اللہ تعالیٰ تبارک وتقدس وتمجد نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور مسلمانوں کی مدد و نصرت کرو' ان کے ساتھ مل کر ہمارے دشمنوں کو نیچا دکھاؤ' ان کی گنتی گھٹاؤ اور ہمارے دوستوں کی تعداد بڑھاؤ - کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بددلی پھیلی ہوئی ہے' وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو ہمارے قدم نہیں جم سکتے - ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے - اب ہر ایک دوسرے سے کہتا' دوسرا تیسرے سے' پھر صحابہؓ کے دل بڑھ جاتے اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت وقوت نہیں -

پھر فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم اس کام میں لگو' ادھر میں مشرکوں کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھا دوں گا' میں ان کے دلوں میں ذلت اور حقارت ڈال دوں گا' میرے حکم کے نہ ماننے والوں کا میرے رسول کے منکروں کا یہی حال ہوتا ہے - پھر تم ان کے سروں پر وار لگا کر دماغ نکال دو' گردنوں پر تلوار مار کر سر اور دھڑ میں جدائی کر دو' ہاتھ پاؤں اور جوڑ جوڑ پور پور کو تاک تاک کر زخم لگاؤ - پس گردنوں کے اوپر سے بعض کے نزدیک مراد تو سر ہیں اور بعض کے نزدیک خود گردن مراد ہے - چنانچہ اور جگہ ہے فَضَرْبَ الرِّقَابِ گردنیں مارو - حضورؐ فرماتے ہیں' میں قدرتی عذابوں سے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا نہیں گیا بلکہ گردن مارنے اور قید کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں - امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ گردن پر اور سر پر وار کرنے کا استدلال اس سے ہو سکتا ہے - مغازی اموی میں ہے کہ مقتولین بدر کے پاس سے جب رسول اللہ ﷺ گذرے تو ایک شعر کا ابتدائی ٹکڑا آپ نے پڑھ دیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورا شعر پڑھ دیا' آپ کو نہ شعر یاد تھے نہ آپ کے لائق - اس شعر کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ ظالم اور باغی تھے اور آج تک غلبے اور شوکت سے تھے' آج ان کے سر ٹوٹے ہوئے اور

ان کے دماغ بکھرے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو مشرک لوگ فرشتوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے انہیں مسلمان اس طرح پہچان لیتے تھے کہ ان کی گردنوں کے اوپر اور ہاتھ پیروں کے جوڑ ایسے زخم زدہ تھے جیسے آگ سے جلے ہونے کے نشانات۔ بنان جمع ہے بنانۃ کی۔ عربی شعروں میں بنانۃ کا استعمال موجود ہے پس ہر جوڑ اور ہر حصے کو بنان کہتے ہیں۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں منہ پر آنکھ پر آگ کے کوڑے برساؤ' ہاں جب انہیں گرفتار کرلو پھر نہ مارنا۔ ابوجہل معلون نے کہا تھا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو زندہ گرفتار کرلو تا کہ ہم انہیں اس بات کا مزہ زیادہ دیر تک چکھائیں کہ وہ ہمارے دین کو برا کہتے تھے' ہمارے دین سے ہٹ گئے تھے' لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑ بیٹھے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور فرشتوں کو یہ حکم دیا۔

چنانچہ جو ستر آدمی ان کافروں کے قتل ہوئے' ان میں ایک یہ پاجی بھی تھا اور جو ستر آدمی قید ہوئے' ان میں ایک عقبہ بن ابی معیط بھی تھا لعنہ اللہ تعالیٰ' اس کو قید میں ہی قتل کیا گیا اور اس سمیت مقتولین مشرکین کی تعداد ستر ہی تھی' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کا نتیجہ اور بدلہ یہ ہے۔ شقاق ماخوذ ہے شق سے' شق کہتے ہیں پھاڑنے چیرنے اور دو ٹکڑے کرنے کو' پس ان لوگوں نے گویا شریعت' ایمان اور فرمانبرداری کو ایک طرف کیا اور دوسری جانب خود رہے۔ لکڑی کے پھاڑنے کو بھی عرب یہی کہتے ہیں جبکہ لکڑی کے دو ٹکڑے کر دیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف چل کر کوئی بچ نہیں سکا کون ہے جو اللہ سے چھپ جائے اور اس کے بے پناہ اور سخت عذابوں سے بچ جائے؟ نہ کوئی اس کے مقابلے کا' نہ کسی کو اس کے عذابوں کی طاقت' نہ اس سے کوئی بچ نکلے' نہ اس کا غضب کوئی سہہ سکے' وہ بلند و بالا' وہ غالب اور انتقام والا ہے' اس کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں' وہ اپنی ذات میں' اپنی صفتوں میں یکتا اور لاشریک ہے۔ اے کافرو! دنیا کے یہ عذاب اٹھاؤ اور ابھی آخرت میں دوزخ کا عذاب باقی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاۗءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اے مومنو جب کافروں سے دستی جنگ ہونے لگے تو خبردار ان سے پیٹھ نہ پھیرنا ○ ایسے دن جو بھی ان سے منہ موڑے سوائے ان کے جو لڑائی کے لئے داؤ گھات کرتے ہوں یا جو اپنے لشکر سے ملنا چاہتے ہوں' وہ غضب اللہ لے کر مڑتا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو جاتا ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے ○

شہیدان وفا کے قصے: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) جہاد کے میدان میں جو مسلمان بھی بھاگ کھڑا ہو' اس کی سزا اللہ کے ہاں جہنم کی آگ ہے۔ جب لشکر کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے' اس وقت پیٹھ پھیرنا حرام ہے' ہاں اس شخص کے لئے جو فن جنگ کے طور پر پینترا بدلے یا دشمن کو اپنے پیچھے لگا کر موقعہ پر وار کرنے کے لئے بھاگے' یا اس طرح لشکر کا لشکر پیچھے ہٹے اور دشمن کو گھات میں لے کر پھر ان پر اچانک چھاپہ مار دے تو بے شک اس کے لئے پیٹھ پھیرنا جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں جانا ہو جہاں چھوٹے سے لشکر سے بڑے لشکر کا ٹکراؤ ہو' یا اپنے امیر سے ملنا ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا' میں بھی اس میں ہی تھا' لوگوں میں بھگدڑ مچی' میں بھی بھاگا' ہم لوگ بہت ہی نادم ہوئے کہ ہم اللہ کی راہ سے

بھاگے ہیں' اللہ کا غضب ہم پر ہے' ہم اب مدینے جائیں اور وہاں رات گذار کر آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوں' اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگلوں میں نکل جائیں- چنانچہ نماز فجر سے پہلے ہم جا کر بیٹھ گئے' جب حضورؐ آئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا بھاگنے والے' آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم لوٹنے والے ہو' میں تمہاری جماعت ہوں اور میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں' ہم نے بے ساختہ آگے بڑھ کر حضورؐ کے ہاتھ چوم لئے ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے- امام ترمذیؒ اسے حسن کہہ کر فرماتے ہیں' ہم اسے ابن ابی زیاد کے علاوہ کسی کی حدیث سے پہچانتے نہیں-

ابن ابی حاتم میں حضورؐ کے اس فرمان کے بعد آپ کا اس آیت کا تلاوت کرنا بھی مذکور ہے- حضرت ابوعبیدہ جنگ فارس میں ایک پل پر گھیر لئے گئے' مجوسیوں کے ٹڈی دل لشکروں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا' موقعہ تھا کہ آپ ان میں سے بچ کر نکل آتے لیکن آپ نے مردانہ وار اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش فرمایا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا' اگر وہ وہاں سے میرے پاس چلے آتے تو ان کے لئے جائز تھا کیونکہ میں مسلمانوں کی جماعت ہوں' مجھ سے مل جانے میں کوئی حرج نہیں- ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا' لوگو! میں تمہارے لئے وہ جماعت ہوں کہ میدان جنگ سے اگر تم میرے پاس آ جاؤ' آ سکتے ہو- اور روایت میں ہے' میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں- ایک روایت میں ہے کہ تم اس آیت کا غلط مطلب نہ لینا' یہ واقعہ بدر کے متعلق ہے- اب تمام مسلمانوں کے لئے وہ فئة (جماعت' گروہ) جس کی طرف پناہ لینے کے لئے واپس مڑنا جائز ہے' میں ہوں-

ابن عمرؓ سے نافع نے سوال کیا کہ ہم لوگ دشمن کی لڑائی کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ فئة سے مراد امام لشکر ہے یا مسلمانوں کا جنگی مرکز' آپ نے فرمایا' فئة رسول اللہ ﷺ تھے- میں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا یہ آیت بدر کے دن اتری ہے- نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد- ضحاک فرماتے ہیں' جو لشکر کفار سے بھاگ کر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے پاس پناہ لے اس کے لئے جائز ہے- آج بھی امیر اور سالار لشکر کے پاس' یا اپنے مرکز میں جو بھی آئے اس کے لئے یہی حکم ہے' ہاں اس صورت کے سوا نامردی اور بزدلی کے طور پر لشکر گاہ سے جو بھاگ کھڑا ہو' لڑائی میں پشت دکھائے وہ جہنمی ہے اور اس پر اللہ کا غضب ہے وہ حرمت کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سات گناہوں سے جو مہلک ہیں' بچتے رہو' پوچھا گیا کہ وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو (کرنا یا کرانا)' کسی کو ناحق مار ڈالنا' سود خوری' یتیم کا مال کھانا' میدان جہاد سے پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑا ہونا' ایماندار پاک دامن بے عیب عورتوں پر تہمت لگانا فرمان ہے کہ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ لے کر لوٹتا ہے' اس کی لوٹنے اور رہنے سہنے کی جگہ جہنم ہے جو بہت ہی بدتر ہے- بشیر بن معبد کہتے ہیں' میں حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے آیا تو آپ نے شرط بیان کی' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور محمد ﷺ کی عبدیت و رسالت کی شہادت دوں' پانچوں وقت کی نماز قائم رکھوں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں اور حج مطابق اسلام کروں اور رمضان المبارک کے مہینے کے روزے رکھوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کروں' میں نے کہا یا رسول اللہؐ اس میں سے دو کام میرے بس کے نہیں ایک تو جہاد دوسرے زکوٰۃ' میں نے تو سنا ہے کہ جہاد میں پیٹھ دکھانے والا اللہ کے غضب میں آ جاتا ہے' مجھے تو ڈر ہے کہ موت کا بھیانک سماں کہیں کسی وقت میرا منہ نہ پھیر دے اور مال غنیمت اور عشر ہی میرے پاس ہوتا ہے وہ ہی میرے بچوں اور گھر والوں کا اثاثہ ہے- سواری لیں اور دودھ پئیں- اسے میں کسی کو کیسے دے دوں- آپ نے اپنا ہاتھ ہلا کر فرمایا' جب جہاد بھی نہ ہو اور صدقہ بھی نہ ہو تو جنت کیسے مل جائے؟ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہؐ سب شرطیں منظور ہیں چنانچہ میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی' یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں' مسند احمد میں ہے اور اس سند سے غریب ہے-

طبرانی میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ تین گناہوں کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اللہ کے ساتھ شرک' ماں باپ کی نافرمانی' لڑائی سے بھاگنا یہ حدیث بھی بہت غریب ہے۔ اسی طبرانی میں ہے' آپ فرماتے ہیں جس نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو واتوب الیہ پڑھ لیا' اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں گو وہ لڑائی سے بھاگا ہو' ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذیؒ اسے غریب بتاتے ہیں اور آنحضرتؐ کے مولیٰ زید اس کے راوی ہیں' ان سے اس کے سوا کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ بھاگنے کی حرکت کا یہ حکم صحابہ کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے کہ ان پر جہاد فرض عین تھا اور کہا گیا ہے کہ انصار کے ساتھ ہی مخصوص تھا' اس لئے کہ ان کی بیعت سننے اور ماننے کی تھی' خوشی میں بھی اور ناخوشی میں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بدری صحابہؓ کے ساتھ یہ خاص تھا کیونکہ ان کی کوئی جماعت تھی ہی نہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں کہا تھا کہ اے اللہ اگر تو اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو پھر زمین میں تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' یومئذ سے مراد بدر کا دن ہے۔ اب اگر کوئی اپنی بڑی جماعت کی طرف آ جائے یا کسی قلعے میں پناہ لے تو میرے خیال میں تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ بدر والے دن جو بھاگے' اس کے لئے دوزخ واجب تھی' اس کے بعد جنگ احد ہوئی۔ اس وقت یہ آیات اتریں اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ سے عفا اللہ عنہم تک۔ اس کے سات سال بعد جنگ حنین ہوئی جس کے بارے میں قرآنی ذکر ہے ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ پھر اللہ نے جس کی چاہی توبہ قبول فرمائی۔ ابوداؤد' نسائی' مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں' یہ آیت بدریوں کے بارے میں اتری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ گو یہ مان لیا جائے کہ سبب نزول اس آیت کا بدری لوگ ہیں مگر لڑائی سے منہ پھیرنا تو حرام ہے جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گذرا کہ سات ہلاک کرنے والے گناہوں میں ایک یہ بھی ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ واللہ اعلم۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۷ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ
كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۸

پس تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تو نے جب پھینکی تھی تو تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینک ماری تھی' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بہترین اور عمدہ احسان کرنا چاہتا تھا' اللہ ہے سننے جاننے والا' یہ تو ہو چکا ○ اب بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کفار کے حیلوں کو پست و سست کرنے والا ہے ○

اللہ کی مدد ہی وجۂ کامرانی ہے: ☆☆ (آیت: ۱۷-۱۸) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ بندوں کے کل کاموں کا خالق میں ہی ہوں' بندوں سے جو بھی اچھائیاں سرزد ہوں' اس پر قابل تعریف وہی ہے' اس لئے کہ توفیق اسی کی طرف سے ہے اور اعانت و مدد بھی اسی کی جانب سے ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! تم نے آپ اپنی طاقت وقوت سے اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کیا' تم تو مٹھی بھر تھے اور دشمن بہت زیادہ تھے' تم بے کس اور کمزور تھے دشمن کس بل والے' قوت' طاقت والے تھے۔ یہ اللہ ہی کی مدد تھی کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ الخ اللہ نے بدر کے دن تمہاری مدد کی۔ اور آیت میں ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ الخ بہت سی جگہ اللہ جل شانہ نے تمہاری امداد فرمائی ہے۔ حنین کے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی زیادتی پر گھمنڈ ہوا لیکن وہ بے کار ثابت ہوئی اور یہ

وسیع زمین تم پر تنگ ہوگئی اور آخر منہ موڑ کر تم بھاگ کھڑے ہوئے' پس ثابت ہوا کہ گنتی کی زیادتی' ہتھیاروں کی عمدگی اور ساز و سامان کی فراوانی پر غلبہ موقوف نہیں' وہ تو اللہ کی مدد پر موقوف ہے۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے کَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةًۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ یعنی بسا اوقات چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے لشکروں کے منہ پھیر دیئے ہیں اور ان پر غلبہ حاصل کر لیا ہے' یہ سب اللہ کے حکم اور اس کی مدد سے ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پھر مٹی کی اس مٹھی کا ذکر ہو رہا ہے جو حضور ﷺ نے بدر کی لڑائی میں کافروں کی طرف پھینکی تھی۔ پہلے تو آپ نے اپنی جھونپڑی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی' روئے' گڑگڑائے اور مناجات کر کے باہر نکلے اور کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ان کے چہرے بگڑ جائیں' ان کے منہ پھر جائیں' ساتھ ہی صحابہؓ کو حکم دیا کہ فوراً حملہ کر دو' ادھر حملہ ہوا' ادھر سے وہ کنکریاں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کافروں کی آنکھوں میں ڈال دیں' وہ سب اپنی آنکھیں مل ہی رہے تھے کہ لشکر اسلام ان کے سر پر پہنچ گیا۔ پس فرماتا ہے کہ وہ مٹھی تو نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکی تھی یعنی پھینکی تو حضورؐ نے لیکن ان کی آنکھوں تک پہنچا کر انہیں شکست دینے والا اللہ تعالیٰ ہی تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی جس میں یہ بھی کہا کہ اے میرے پروردگار' اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت زمین پر نہ کی جائے گی' اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا' یا رسول اللہ' آپ ایک مٹھی زمین سے مٹی کی بھر لیں اور ان کے منہ کی طرف پھینک دیں چنانچہ آپؐ نے یہی کیا' پس مشرکین کے سارے لشکر کے منہ اور آنکھ اور نتھنوں میں وہ مٹی گھس گئی اور انہیں پیٹھ پھیرتے ہی بنی۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں حضرت علیؓ سے فرمایا' کنکریوں کی ایک مٹھی زمین سے بھر کر مجھے دو' حضرت علیؓ نے مٹھی بھر دی جس میں کنکریاں بھی تھیں اور مٹی بھی' آپ نے مشرکوں کی طرف وہ مٹھی پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں' ادھر سے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور قتل کرنا اور قیمہ کرنا شروع کر دیا' اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ یہ تیرے بس کی بات نہ تھی بلکہ یہ اللہ کے بس کی چیز تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ تین کنکر لے کر آپ نے پھینکے تھے' ایک دائیں ایک بائیں ایک بیچ میں گو حنین والے دن بھی آپ نے کنکریاں مشرکوں کی طرف پھینکی تھیں لیکن یہاں ذکر جنگ بدر کے دن کا ہے حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے دن ہم نے ایک آواز سنی کہ گویا آسمان سے کوئی کنکر کسی طشت میں گرا' اسی وقت حضورؐ کی پھینکی ہوئی کنکریاں ہم میں پہنچیں اور ہمیں شکست ہوئی۔ یہ روایت اس سند سے بہت غریب ہے یہاں دو قول اور بھی ہیں لیکن بالکل غریب ہیں' ایک تو یہ کہ خیبر کی جنگ کے موقع پر یوم ابن ابی الحقیق میں رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگائی' لوگوں نے بہت لمبی کمان لا کر آپ کو دی آپ نے اس سے قلعے کی طرف تیر پھینکا' وہ گھومتا ہوا چلا اور سردار قلعہ ابوالحقیق کو اس کے گھر میں اس کے بستر پر جا کر لگا اور اسی سے وہ مرا' اس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ وہ تیر تو نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکا تھا' یہ روایت غریب ہے ممکن ہے' راوی کو شبہ ہو گیا ہو یا مراد ان کی یہ ہو کہ یہ آیت عام ہے یہ واقعہ بھی اسی میں شامل ہے' ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ سورہ انفال کی اس آیت میں جنگ بدر کے بیان کا ذکر ہے' تو یہ واقعہ اسی جنگ بدر کا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے واللہ اعلم۔

دوسرا غریب قول یہ ہے کہ احد کی لڑائی والے دن آنحضرت ﷺ نے ابی بن خلف کو ایک نیزہ مارا تھا' یہ لوہے میں غرق تھا لیکن تاہم نیزہ اس کے تالو پر جا لگا اور یہ گھوڑے سے لڑھکنے لگا' اسی میں اس کی موت ہوئی' اس دنیوی عذاب کے ساتھ ہی آخرت کا عذاب بھی شامل ہو گیا لیکن غالباً اس قول سے مراد آیت کا عام ہونا ہے نہ یہ کہ اسی بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے تاکہ مومنوں کو اپنی نعمت کا اقرار کرا دے کہ باوجود ان کی کثرت ان کی قلت ان کے ساز و سامان ان کی بے سرو سامانی کے رب العالمین نے انہیں ان پر غالب کر دیا۔ حدیث میں ہے ہر ایک امتحان ہمارا امتحان ہے اور ہم پر اللہ کا احسان ہے۔ اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مدد اور غلبے کا مستحق کون ہے۔ پھر فرماتا ہے اس فتح کے ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی سن لو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے حیلے حوالے کمزور کر دے گا ان کی شان گھٹا دے گا ان کا انجام تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہو گا اور یہی ہوا بھی۔ فالحمد للہ۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ
عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹ ع ۹

تم جو فتح مانگا کرتے تھے تو اب تو تمہارے سامنے ہی فتح ہو گئی اب بھی اگر تم باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر لوٹو گے تو ہم بھی پھر لوٹیں گے یقین مانو کہ تمہارا جتھا گو کتنا ہی بڑا ہو تمہیں کچھ بھی تو نفع نہ پہنچا سکے گا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے ○

ایمان والوں کا معین و مددگار اللہ عزاسمہ: ☆☆ (آیت:۱۹) اللہ تعالیٰ کافروں سے فرما رہا ہے کہ تم یہ دعائیں کرتے تھے کہ ہم میں اور مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے جو حق پر ہو اسے غالب کر دے اور اس کی مدد فرمائے تو اب تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو گئی مسلمان بحکم الٰہی اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ ابوجہل نے بدر والے دن کہا تھا کہ اے اللہ ہم میں سے جو رشتوں ناتوں کا توڑنے والا ہو اور غیر معروف چیز لے کر آیا ہو اسے تو کل کی لڑائی میں شکست دے پس اللہ تعالیٰ نے یہی کیا اور یہ اور اس کا لشکر ہار گئے۔ مکہ سے نکلنے سے پہلے ان مشرکوں نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کی تھی کہ الٰہی دونوں لشکروں میں سے تیرے نزدیک جو اعلیٰ ہو اور زیادہ بزرگ ہو اور زیادہ بہتری والا ہو تو اس کی مدد کر پس اس آیت میں ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ لو اللہ کی مدد آ گئی تمہارا کہا ہوا پورا ہو گیا ہم نے اپنے نبی کو جو ہمارے نزدیک بزرگ بہتر اور اعلیٰ تھا غالب کر دیا۔ خود قرآن نے ان کی دعا نقل کی ہے کہ یہ کہتے تھے اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك الخ الٰہی اگر یہ تیری جانب سے راست ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لا۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر اب بھی تم اپنے کفر سے باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کو نہ جھٹلاؤ تو دونوں جہان میں بھلائی پاؤ گے اور اگر پھر تم نے یہی کفر و گمراہی کی تو ہم بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں تمہیں پست کریں گے اگر تم نے پھر اسی طرح فتح مانگی تو ہم پھر اپنے نیک بندوں پر اپنی مدد اتاریں گے لیکن پہلا قول قوی ہے یاد رکھو گو تم سب کے سب مل کر چڑھائی کرو تمہاری تعداد کتنی ہی بڑھ جائے اپنے تمام لشکر جمع کر لو لیکن سب تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے کہ خالق کائنات مومنوں کے ساتھ ہے اس لئے کہ وہ اس کے رسول کے ساتھ ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ
وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰ۚۖ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا

وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ
الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ
وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باوجود سننے کے تم اس سے روگردانی نہ کرو ○ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے باوجود نہ سننے کے کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا ○ یقیناً تمام جان داروں سے زیادہ برے اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو کچھ بھی عقل نہیں رکھتے ○ اگر اللہ کے علم میں ان میں کوئی بھی بھلائی ہوتی تو وہ انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر وہ انہیں سنوائے بھی جب بھی یہ تو منہ موڑ کر الٹے بھاگیں گے ○

اللہ کی نگاہ میں بدترین مخلوق: ☆☆ (آیت: ۲۰-۲۳) اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے اور مخالفت سے اور کافروں جیسا ہونے سے منع فرماتا ہے - ارشاد ہوتا ہے کہ اطاعت کو نہ چھوڑو' تابع داری سے منہ نہ موڑو' جن کاموں سے اللہ اور اس کا رسول روک دے' رک جایا کرو' سن کر ان سنی نہ کر دیا کرو' مشرکوں کی طرح نہ بن جاؤ کہ سنا نہیں اور کہہ دیا کہ سن لیا' نہ منافقوں کی طرح بنو کہ بظاہر ماننے والا ظاہر کر دیا اور درحقیقت یہ بات نہیں - بدترین مخلوق جانوروں' کیڑے مکوڑوں سے بھی برے اللہ کے نزدیک ایسے ہی لوگ ہیں جو حق باتوں سے اپنے کان بہرے کر لیں اور حق کے سمجھنے سے گونگے بن جائیں' بے عقلی سے کام لیں' اس لئے کہ تمام جانور بھی اللہ قادر کل کے زیر فرمان ہیں' جو جس کام کے لئے بنایا گیا ہے' اس میں مشغول ہے مگر یہ ہیں کہ پیدا کئے گئے عبادت کے لئے لیکن کفر کرتے ہیں چنانچہ اور آیت میں انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی' فرمان ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً الخ کافروں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی انہیں آواز دے تو سوائے پکار اور ندا کے کچھ نہ سنیں - اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے اور غافل - ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے بنو عبدالدار کے قریشی ہیں - محمد بن اسحاق کہتے ہیں' مراد اس سے منافق ہیں - بات یہ ہے کہ مشرک منافق دونوں ہی مراد ہیں' دونوں میں صحیح فہم اور سلامتی والی عقل نہیں ہوتی نہ ہی عمل صالح کی انہیں توفیق ہوتی ہے' اگر ان میں بھلائی ہوتی تو اللہ انہیں سنا دیتا لیکن نہ ان میں بھلائی' نہ توفیق الٰہی' اللہ جل شانہ کو علم ہے کہ انہیں سنایا بھی سمجھایا بھی تو بھی یہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اور اکڑ کر بھاگ جائیں گے -

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ
لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کو قبول کر لو جب بھی وہ تمہیں پکارے' اس کام کے لئے جس میں تمہاری زندگی ہے' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور یہ بھی جان رکھو کہ تم سب اسی کی جانب اکٹھے کئے جاؤ گے ○

دل رب کی انگلیوں میں ہیں: ☆☆ (آیت: ۲۴) صحیح بخاری شریف میں ہے اسْتَجِيْبُوْا معنی میں اجیبوا کے ہے لِمَا يُحْيِيْكُمْ کے معنی میں بما یصلحکم کے ہے یعنی اللہ اور اس کا رسول تمہیں جب آواز دے' تم جواب دو اور مان لو کیونکہ اس کے فرمان کے ماننے

میں ہی تمہاری مصلحت ہے- حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں تھا' آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گذرے' مجھے آواز دی' میں آپ کے پاس نہ آیا' جب نماز پڑھ چکا تو حاضر خدمت ہوا' آپؐ نے فرمایا تجھے کس نے روکا تھا کہ تو میرے پاس چلا آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ اور اللہ کا رسول تمہیں جب آواز دیں تم قبول کرلیا کرو کیونکہ اس میں تمہاری زندگی ہے' سن میں اس مسجد سے نکلنے سے پہلے ہی میں تمہیں قرآن کی سب سے بڑی سورت سکھاؤں گا جب آنحضرت ﷺ نے مسجد سے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کو آپ کا وعدہ یاد دلایا-

اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے اور آپ نے وہ سورت فاتحہ بتلائی اور فرمایا سات آیات دہرائی ہوئی یہی ہیں اس حدیث کا پورا بیان سورہ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے- زندگی' آخرت میں نجات' عذاب سے بچاؤ اور چھٹکارا' قرآن کی تعلیم' حق کو تسلیم کرنے اور اسلام لانے اور جہاد میں ہے' ان ہی چیزوں کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے' اللہ انسان اور اس کے دل میں حائل ہے یعنی مومن میں اور کفر میں' کافر میں اور ایمان میں یہ معنی ایک مرفوع حدیث میں بھی ہیں لیکن ٹھیک یہی ہے کہ یہ قول ابن عباسؓ کا ہے' مرفوع حدیث نہیں- مجاہدؒ کہتے ہیں یعنی اس کو اس حال میں چھوڑنا ہے کہ وہ کسی چیز کو سمجھتا نہیں- سدیؒ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہ ایمان لا سکے نہ کفر کر سکے- قتادہؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت مثل آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کے ہے یعنی بندے کی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہم ہیں' اس آیت کے مناسب احادیث بھی ہیں- مسند احمد میں ہے آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ تو ہم نے عرض کی' یا رسول اللہؐ ہم آپ پر اور آپ پر اتری ہوئی وحی پر ایمان لا چکے ہیں' کیا پھر بھی آپ کو ہماری نسبت خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان دل ہیں' وہ جس طرح چاہتا ہے' ان کا تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے' ترمذی میں بھی یہ روایت کتاب القدر میں موجود ہے-

مسند احمد میں ہے کہ حضور یہ دعا پڑھا کرتے تھے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك اے دلوں کے پھیرنے والے' میرے دل کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رکھ- مسند احمد میں ہے' آپ فرماتے ہیں' ہر دل اللہ تعالیٰ رب العالمین کی انگلیوں سے میں دو انگلیوں کے درمیان ہے' جب سیدھا کرنا چاہتا ہے' کر دیتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے' کر دیتا ہے- آپ کی دعا تھی کہ اے دلوں کے پھیرنے والے اللہ' میرا دل اپنے دین پر ثابت قدم رکھ- فرماتے ہیں' میزان رب رحمان کے ہاتھ میں ہے' جھکاتا ہے اور اونچی کرتا ہے- مسند کی اور حدیث میں ہے کہ آپ کی اس دعا کو اکثر سن کر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ بکثرت اس دعا کے کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا' انسان کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے جب چاہتا ہے' ٹیڑھا کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے- مسند احمد میں ہے کہ آپ کی اس دعا کو بکثرت سن کر ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ کیا دل پلٹ جاتے ہیں؟ آپ نے یہی جواب دیا- ہم اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا پروردگار ہے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہدایت کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت و نعمت عطا فرمائے وہ بڑی ہی بخشش کرنے والا اور بہت انعاموں والا ہے- ام سلمہؓ کہتی ہیں' میں نے حضورؐ سے پھر درخواست کی کہ کیا آپ مجھے میرے لئے بھی کوئی دعا سکھائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ دعا مانگا کرو اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنی یعنی اے اللہ اے محمد نبی ﷺ کے پروردگار' میرے گناہ معاف فرما' میرے دل کی سختی دور کر دے' مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچا لے جب تک بھی تو مجھے زندہ رکھے- مسند

احمد میں ہے کہ تمام انسانوں کے دل ایک ہی دل کی طرح اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں' جس طرح چاہتا ہے انہیں الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے' پھر آپؐ نے دعا کی کہ اے دلوں کے پھیرنے والے اللہ' ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر لے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

اس بلا سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہی لوگوں پر نہیں آئے گی جنہوں نے تم میں سے برے کام کئے ہوں اور جان لو کہ اللہ سخت عذابوں والا ہے ○

برائیوں سے نہ روکنا عذاب الٰہی کا سبب ہے: ☆☆ (آیت: ۲۵) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے کہ اس امتحان اور اس محنت اور فتنے کا خوف رکھو جو گنہگاروں بدکاروں پر ہی نہیں رہے گا بلکہ اس بلاء کی وبا عام ہوگی۔ حضرت زبیرؓ سے لوگوں نے کہا کہ اے ابوعبداللہ تمہیں کونسی چیز لائی ہے؟ تم نے مقتول خلیفہ کو دھوکہ دیا' پھر اس کے خون کے بدلے کی جستجو میں تم آئے' اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہم آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اس آیت وَاتَّقُوا الخ' کو پڑھتے تھے لیکن یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہم ہی اس کے اہل ہیں یہاں تک کہ یہ واقعات رونما ہوئے۔ اور روایت میں ہے کہ عہد نبوی میں ہی ہم اس آیت سے ڈرا دیئے گئے تھے لیکن یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہم ہی اس کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت علیؓ' عمارؓ' طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں' یہ آیت ایک مدت تک پڑھی جاتی رہی لیکن ہمارا خیال یہ بھی تھا کہ اس سے مراد ہم ہیں' اب معلوم ہوا کہ ہم ہی اس سے مراد لئے گئے ہیں۔ سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت خاصتاً اہل بدر کے بارے میں اتری ہے کہ وہ جنگ جمل میں آپس میں خوب لڑے بھڑے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' مراد اس سے خاص اصحاب رسول ہیں۔ فرماتے ہیں' اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم فرما رہا ہے کہ وہ آپس میں کسی خلاف شرع کام کو باقی اور جاری نہ رہنے دیں ورنہ اللہ کے عام عذاب میں سب پکڑ لئے جائیں گے یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں' یہ حکم تمہارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' تم میں سے ہر شخص فتنے میں مشغول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں فتنہ ہیں' پس تم میں سے جو بھی پناہ مانگے' وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے' ہر گمراہ کن فتنے سے پناہ طلب کر لیا کرے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس فرمان میں صحابہؓ اور غیر صحابہؓ سب کو تنبیہہ ہے' گو خطاب انہی سے ہے' اسی پر دلالت ان احادیث کی ہے جو فتنے سے ڈرانے کے لئے ہیں گو ان کے بیان میں ائمہ کرام کی مستقل تصانیف ہیں لیکن بعض مخصوص احادیث ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں' اللہ ہماری مدد فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' خاص لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عام لوگوں کو اللہ عزوجل عذاب نہیں کرتا' ہاں اگر وہ کوئی برائی دیکھیں اور اس کے مٹانے پر قادر ہوں' پھر بھی اس خلاف شرع کام کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ سب کو عذاب کرتا ہے (مسند احمد) اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے۔ اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یا تو تم اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کرتے رہو گے' یا اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے کوئی عام عذاب نازل فرمائے گا' پھر تم اس سے دعائیں مانگو گے لیکن وہ قبول نہ فرمائے گا۔ (مسند احمد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ ایک آدمی ایک بات زبان سے نکالتا تھا اور منافق ہو جاتا تھا لیکن اب تو تم ایک ہی مجلس میں نہایت بے پرواہی سے چار چار دفعہ ایسے کلمات اپنی زبان سے نکال دیا کرتے ہو' واللہ یا تو تم نیک باتوں کا حکم دو' بری باتوں سے

روکو اور نیکیوں کی رغبت دلاؤ' ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کو تہس نہس کر دے گا' یا تم پر برے لوگوں کو مسلط کر دے گا پھر نیک لوگ دعائیں کریں گے لیکن وہ قبول نہ فرمائے گا (مسند) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں اپنے کانوں کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا' اللہ کی حدوں پر قائم رہنے والے' ان میں واقع ہونے والے اور ان کے بارے میں سستی کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو ایک کشتی میں سوار ہوئے' کوئی نیچے تھا' کوئی اوپر تھا' نیچے والے پانی لینے کے لئے اوپر آتے تھے' اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی' آخر انہوں نے کہا' آؤ یہیں نیچے سے ہی کشتی کا ایک تختہ توڑ لیں' حسب ضرورت پانی یہیں سے لے لیا کریں گے تاکہ نہ اوپر جانا پڑے نہ انہیں تکلیف پہنچے' پس اگر اوپر والے ان کے کام اپنے ذمہ لے لیں اور انہیں کشتی کے نیچے کا تخت اکھاڑنے سے روک دیں تو وہ بھی بچیں اور یہ بھی ورنہ وہ بھی ڈوبیں گے اور یہ بھی (بخاری)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جب میری امت میں گناہ ظاہر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے عام عذاب ان پر بھیجے گا' ام المؤمنین ام سلمہؓ نے دریافت کیا' یارسول اللہ' ان میں تو نیک لوگ بھی ہوں گے آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ پوچھا پھر وہ لوگ کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا انہیں بھی وہی پہنچے گا جو اوروں کو پہنچا اور پھر انہیں اللہ کی مغفرت اور رضامندی ملے گی (مسند احمد) ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو لوگ برے کام کرنے لگیں اور ان میں کوئی ذی عزت' ذی اثر شخص ہو اور وہ منع نہ کرے' روکے نہیں تو ان سب کو اللہ کا عذاب ہوگا' سزا میں سب شامل رہیں گے (مسند وابوداؤد وغیرہ) اور روایت میں ہے کہ کرنے والے تھوڑے ہوں' نہ کرنے والے زیادہ اور ذی اثر ہوں' پھر بھی وہ اس برائی کو نہ روکیں تو اللہ ان سب کو اجتماعی سزا دے گا۔ مسند کی اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا' جب زمین والوں میں بدی ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب اتارتا ہے' ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ان ہی میں اللہ کے اطاعت گذار بندے بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا' عذاب عام ہوگا اور پھر وہ اللہ کی رحمت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

وہ وقت یاد کرو جبکہ تم بہت ہی کم تعداد میں تھے اور روئے زمین پر بہت ہی کمزور تھے' ہر وقت تمہیں کھٹکا لگا رہتا تھا کہ مخالف لوگ تمہیں اچک لے جائیں گے' پس اللہ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عنایت فرمائیں اس لئے کہ تم شکر گذاری کرو ○

اہل ایمان پر اللہ کے احسانات: ☆☆ (آیت:۲۶) مومنوں کو پروردگار عالم اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے کہ ان کی گنتی اس نے بڑھا دی' ان کی کمزوری کو طاقت سے بدل دیا' ان کے خوف کو امن سے بدل دیا' ان کی ناتوانی کو قوت سے بدل دیا' ان کی فقیری کو امیری سے بدل دیا' انہوں نے جیسے جیسے اللہ کے فرمان کی بجاآوری کی' ویسے ویسے یہ ترقی پا گئے۔ مومن صحابہؓ مکہ میں قیام کے دوران تعداد میں بہت تھوڑے تھے' چھپے پھرتے تھے' بے قرار رہتے تھے' ہر وقت دشمنوں کا خطرہ لگا رہتا تھا' مجوسی ان کے دشمن' یہودی ان کی جان کے پیچھے' بت پرست ان کے خون کے پیاسے' نصرانی ان کی فکر میں' دشمنوں کی یہ حالت تھی تو ان کی اپنی یہ حالت کہ تعداد میں انگلیوں پر گن لو۔ بغیر طاقت' شان' شوکت مطلقاً نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیتا ہے یہ مان لیتے ہیں' وہاں پہنچتے ہی اللہ ان کے قدم جما دیتا ہے' وہاں مدینہ والوں کو ان کا ساتھی بلکہ پشت پناہ بنا دیتا ہے' وہ ان کی مدد پر اور ساتھ دینے پر تیار ہو جاتے ہیں' بدر والے دن اپنی جانیں

ہتھیلیوں پر لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں' اپنے مال پانی کی طرح راہ حق میں بہاتے ہیں اور دوسرے موقعوں پر بھی نہ اطاعت چھوڑتے ہیں' نہ ساتھ' نہ سخاوت' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چاند کی طرح چمکنے لگتے ہیں اور سورج کی طرح دمکنے لگتے ہیں- قتادہ بن دعامہ سدوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے یہ لوگ سب سے زیادہ گرے ہوئے' سب سے زیادہ تنگ حال' سب سے زیادہ بھوکے ننگے' سب سے زیادہ گمراہ اور بے دین و مذہب تھے' جیتے تو ذلت کی حالت میں' مرتے تو جہنمی ہو کر' ہر ایک ان سے سرکچلتا لیکن یہ آپس میں الجھتے رہتے' واللہ روئے زمین پر ان سے زیادہ گمراہ کوئی نہ تھا' اب یہ اسلام لائے' اللہ کے رسولؐ کے اطاعت گذار بنے تو ادھر سے ادھر تک شہروں بلکہ ملکوں پر ان کا قبضہ ہو گیا' دنیا کی دولت ان کے قدموں پر بکھرنے لگی' لوگوں کی گردنوں کے مالک اور دنیا کے بادشاہ بن گئے' یاد رکھو یہ سب سچے دین اور اللہ کے رسولؐ کی تعلیم پر عمل کے نتائج تھے- پس تم اپنے پروردگار کے شکر میں لگے رہو اور اس کے بڑے بڑے احسان تم پر ہیں' وہ شکر کو اور شکر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے- سنو شکر گذار نعمتوں کی زیادتی میں ہی رہتے ہیں-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

ع ۱۷

اے ایمان والو! نہ تو اللہ کی خیانت کرو نہ رسول کی خیانت کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم واقف کار ہو ○ اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا ثواب اور اجر ہے ○

اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو: ☆☆ (آیت: ۲۷-۲۸) کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے' انہیں آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی شرط کے ماننے پر قلعہ خالی کر دیں' ان یہودیوں نے آپ ہی سے مشورہ دریافت کیا تو آپ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر انہیں بتا دیا کہ حضورؐ کا فیصلہ تمہارے حق میں یہی ہو گا' اب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بہت ہی نادم ہوئے کہ افسوس میں نے بہت برا کیا' اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی خیانت کی' اسی ندامت کی حالت میں قسم کھا بیٹھے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو' میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہ اٹھاؤں گا چاہے مر ہی جاؤں' مسجد نبویؐ میں آ کر ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو بندھوا دیا' نو دن اسی حالت میں گذر گئے' غشی آ گئی' بے ہوش ہو کر مردے کی طرح گر پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کر لی اور یہ آیات نازل ہوئیں' لوگ آئے' آپ کو خوشخبری سنائی اور اس ستون سے کھولنا چاہا تو انہوں نے فرمایا' واللہ میں اپنے آپ کو کسی سے نہ کھلواؤں گا سوائے اس کے کہ خود رسول کریم ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے کھولیں' چنانچہ آپ خود تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے انہیں کھولا' تو آپ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے تو میں اپنا کل مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں گا' آپ نے ارشاد فرمایا نہیں' صرف ایک تہائی فی سبیل اللہ دے دو' یہی کافی ہے-

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں نازل ہوئی ہے-

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ ابوسفیان مکے سے چلا' جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابوسفیان فلاں جگہ

ہے' آپؐ نے صحابہؓ سے ذکر کیا اور فرمادیا کہ اس طرف چلو لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ کرنا لیکن ایک منافق نے اسے لکھ بھیجا کہ تیرے پکڑنے کے ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں' ہوشیار رہنا' پس یہ آیت اتری لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور اس کی سند اور متن دونوں ہی قابل نظر ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ فتح مکہ والے سال انہوں نے قریش کو خط بھیج دیا جس میں آنحضرت ﷺ کے ارادے سے انہیں مطلع کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خبر کر دی' آپ نے آدمی ان کے پیچھے دوڑائے اور خط پکڑا گیا' حضرت حاطبؓ نے اپنے قصور کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے ان کی گردن مارنیکی اجازت چاہی کہ اس نے اللہ کے رسولؐ اور مومنوں سے خیانت کی ہے' آپؐ نے فرمایا' اسے چھوڑ دو' یہ بدری صحابیؓ ہے' تم نہیں جانتے' اور بدر والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذات خود فرما دیا ہے' جو چاہو تم کرو' میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کسی خاص واقعہ کے بارے میں اترنے کے باوجود الفاظ کی عمومیت اپنے حکم عموم پر ہی رہے گی۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ خیانت عام ہے چھوٹے' بڑے' لازم' متعدی سب گناہ خیانت میں داخل ہیں۔ اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو یعنی فرض کو ناقص نہ کرو' پیغمبر کی سنت کو نہ چھوڑو' اس کی نافرمانی نہ کرو۔ عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ کسی کے سامنے اس کے حق کا اظہار کرنا اور در پردہ کرنا اس کے الٹ کرنا' باتیں کرنا اور اس کے سامنے اس کے خلاف کرنا بھی امانت کو ضائع کرنا اور اپنے نفس کی خیانت کرنا ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے اللہ و رسولؐ کی خیانت کی تو اس نے امانت داری میں رخنہ ڈال دیا۔ ایک صورت اس کی حضورؐ کی زمانے میں یہ بھی تھی کہ آپ کی بات سنی' پھر اسے مشرکوں میں پھیلا دیا' پس منافقوں کے اس فعل سے مسلمانوں کو روکا جا رہا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے امتحان کا باعث ہیں۔ یہ دیکھیں آیا اللہ کا شکر کرتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو؟ یا ان میں مشغول ہو کر' ان کی محبت میں پھنس کر اللہ کی باتوں اور اس کی اطاعت سے ہٹ جاتے ہو؟ اسی طرح ہر خیر و شر سے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''مسلمانو' مال و اولاد کے چکر میں اللہ کی یاد نہ بھول جانا' ایسا کرنے والے نقصان پانے والے ہیں''۔ اور آیت میں ہے کہ تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں' ان سے ہوشیار رہنا' سمجھ لو کہ اللہ کے پاس اجر یہاں کے مال و اولاد سے بہت بہتر ہیں اور بہت بڑے ہیں کیونکہ ان میں سے بعض تو دشمن ہی ہوتے ہیں اور اکثر بے نفع ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ متصرف و مالک ہے' دنیا و آخرت اسی کی ہے' قیامت کے ثواب اسی کے قبضے میں ہیں۔ ایک اثر میں فرمان الٰہی ہے کہ اے ابن آدم مجھے ڈھونڈ' تو پائے گا' مجھے پالینا تمام چیزوں کو پالینا ہے' میرا فوت ہو جانا تمام چیزوں کا فوت ہو جانا ہے' میں تیری تمام چیزوں سے تیری محبت کا زیادہ حقدار ہوں۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' تین چیزیں جس میں ہوں' اس نے ایمان کی مٹھاس چکھ لی' جسے اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ پیارے ہوں' جو محض اللہ کے لئے دوستی رکھتا ہو اور جسے آگ میں جل جانے سے بھی زیادہ برا ایمان کے بعد کفر کرنا معلوم ہوتا ہو۔ بلکہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی اولاد و مال اور نفس کی محبت پر مقدم ہے جیسے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی باایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے نفس' اہل' مال' اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجۡعَلْ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا وَّيُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ ؕ وَيَمۡكُرُوۡنَ وَيَمۡكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ ﴿۳۰﴾

اے مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو اللہ تمہارے لئے نجات اور فتح کر دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے O اے نبی اللہ کی نعمت کی بھی یاد کر جبکہ کافر تیرے ساتھ فریب بازیاں کر رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلا وطن کر دیں وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ بھی مکر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے O

دنیا وآخرت کی سعادت مندی: ☆☆ (آیت:۲۹) فرقان سے مراد نجات ہے۔ دنیوی بھی اور اخروی بھی اور فتح ونصرت غلبہ وامتیاز بھی مراد ہے جس سے حق وباطل میں تمیز ہو جائے۔ بات یہی ہے کہ جو اللہ کی فرمانبرداری کرے نافرمانی سے بچے اللہ اس کی مدد کرتا ہے جو حق وباطل میں تمیز کر لیتا ہے دنیا وآخرت کی سعادت مندی حاصل کر لیتا ہے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں لوگوں سے پوشیدہ کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اجر وثواب کا وہ کامل مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ جیسے فرمان عالی شان ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِهٖ يُؤۡتِكُمۡ كِفۡلَيۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ یعنی اے مسلمانو! اللہ کا ڈر دلوں میں رکھو اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دوہرے حصے دے گا اور تمہارے لئے ایک نور مہیا کر دے گا جس کے ساتھ تم چلتے پھرتے رہو گے اور تمہیں بخش بھی دے گا اور اللہ غفور ورحیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی ناپاک سازش: ☆☆ (آیت:۳۰) کافروں نے یہی تین ارادے کئے تھے جب ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کفار کے راز اور ان کی پوشیدہ چالیں معلوم بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ تین مشورے کر رہے ہیں اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا میرے پروردگار نے اس نے کہا آپ کا پروردگار بہترین پروردگار ہے تم اس کی خیر خواہی میں ہی رہنا آپ نے فرمایا میں اس کی خیر خواہی کیا کرتا وہ خود میری حفاظت اور بھلائی کرتا ہے اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لیکن اس واقعہ میں ابوطالب کا ذکر بہت غریب بلکہ منکر ہے اس لئے کہ آیت تو مدینے میں اتری ہے اور کافروں کا یہ مشورہ ہجرت کی رات تھا اور یہ واقعہ ابوطالب کی موت کے تقریباً تین سال بعد کا ہے اسی کی موت نے ان کی جرأتیں دوبالا کر دی تھیں۔ اس ہمت اور نصرت کے بعد ہی تو کافروں نے آپ کی ایذادہی پر کمر باندھی تھی۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ قریش کے تمام قبیلوں کے سرداروں نے دارالندوہ میں جمع ہونے کا ارادہ کیا ملعون ابلیس انہیں ایک بہت بڑے مقطع بزرگ کی صورت میں ملا انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا اہل نجد کا شیخ ہوں مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ لوگ آج ایک مشورے کی غرض سے جمع ہونے والے ہیں میں بھی حاضر ہوا کہ اس مجلس میں شامل ہو جاؤں اور رائے میں اور خیر خواہی میں کوئی کمی نہ کروں آخر مجلس جمع ہوئی تو اس نے کہا اس شخص کے بارے میں پورے غور وخوض سے کوئی صحیح رائے قائم کر لو واللہ اس نے تو سب کا ناک میں دم کر دیا ہے کسی نے کہا اسے قید کر دو پھر بھول جاؤ یہ سڑ سڑ کر مر جائے گا جیسے کہ زہیر اور نابغہ وغیرہ

شاعروں کا حشر ہوا' یہ بھی تو ان ہی شاعروں میں سے ایک ہے۔ اس پر شیخ نجد (ابلیس) نے کہا' یہ رائے ٹھیک نہیں' دیکھو ایسا کرنے سے اس کے جتنے ساتھی ہیں' وہ اچانک حملہ کر کے تم پر چڑھائی کر دیں گے اور تم سے لڑ بھڑ کر اسے چھڑا لے جائیں گے' پھر یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اپنے حلیفوں سے مدد لے کر تم سے زبردست انتقام لے لیں' سب نے کہا شیخ جی سچ فرماتے ہیں' بھئی کوئی اور رائے پیش کرو' کسی نے کہا' اسے یہاں سے نکال دو' جلا وطن کر دو' پھر اس کے کرتوت تمہیں کوئی نقصان نہیں دیں گے' وہ یہاں سے دفع ہو جائیں گے کہیں منہ چھپائے پڑا رہے گا' تم اس کی ایذا سے چھوٹ جاؤ گے' غیروں میں اس کا برا حشر ہوگا۔ یہ سن کر شیخ نجد چلایا کہ یہ رائے بھی ٹھیک نہیں' تم نہیں دیکھتے کہ اس کی باتیں کیسی میٹھی ہیں؟ اس کی زبان کس قدر چلتی ہے؟ وہ دلوں پر کیسے قبضہ کر لیتا ہے؟ کوئی نہیں جو اس کی باتوں کا بھوکوں کی طرح مشتاق نہ رہتا ہو' واللہ اگر تم نے اسے یہاں سے نکالا تو وہ اپنی شیریں زبانی اور آتش بیانی سے ہزار ہا ساتھی پیدا کر لے گا اور پھر جو ادھر کا رخ کرے گا تو تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا' پھر تو تمہارے شریفوں کو تہہ تیغ کر کے تم سب کو یہاں سے بیک بنی و دو گوش نکال باہر کرے گا۔ سب نے کہا شیخ جی سچ فرماتے ہیں اور کوئی رائے پیش کرو اس پر ابوجہل ملعون نے کہا' ایک رائے میری سن لو' میرا خیال ہے کہ تم سب کے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی' بس یہی رائے ٹھیک ہے' تم اس پر بے فکر ہو کر عمل کرو' سب نے کہا چچا جان بیان فرمایئے! اس نے کہا' ہر قبیلے سے ایک نوجوان جری بہادر شریف مانا ہوا شخص چن لو' پھر سب نوجوان ایک ساتھ اس پر حملہ کریں اور اپنی تلواروں سے اس کے ٹکڑے اڑا دیں' پھر تو اس کے قبیلے کے لوگ یعنی بنی ہاشم کو یہ تو ہمت نہ ہوگی کہ قریش کے تمام قبیلوں سے لڑیں' کیونکہ ہر قبیلے کا ایک نوجوان اس کے قتل میں شریک ہوگا' اس کا خون تمام قبائل قریش میں بٹا ہوا ہوگا' ناچار وہ دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے' ہم اس بلا سے چھوٹ جائیں گے اور اس شخص کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اب تو شیخ نجدی اچھل پڑا اور کہنے لگا اللہ جانتا ہے' بس یہی ایک رائے بالکل ٹھیک ہے' اس کے سوا کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آتی' بس یہی کرو اور اس قصے کو ختم کرو' اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی' چنانچہ یہ پختہ فیصلہ کر کے یہ مجلس برخاست ہوئی اسی وقت حضرت جبرئیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے فرمایا' آج کی رات آپ اپنے گھر میں اپنے بستر پر نہ سوئیں' کافروں نے آپ کے خلاف آج میٹنگ میں یہ تجویز طے کی ہے' چنانچہ آپ نے یہی کیا' اس رات آپ اپنے گھر اپنے بستر پر نہ لیٹے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی اور آپ کے مدینے پہنچ جانے کے بعد اس آیت میں اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا اور ان کے اس فریب کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ الخ' اس دن کا نام ہی یوم الزحمہ ہو گیا' ان کے انہی ارادوں کا ذکر آیت وان کادوا لیستفزونک میں ہے۔ آنحضرت ﷺ مکہ شریف میں اللہ کے حکم کے منتظر تھے یہاں تک کہ قریشیوں نے جمع ہو کر مکر کا ارادہ کیا' جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو خبر کر دی اور کہا کہ آج آپ اس مکان میں نہ سوئیں جہاں سویا کرتے تھے' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنے بستر پر اپنی سبز چادر اوڑھا کر لیٹنے کو فرمایا اور آپ باہر آئے' قریش کے مختلف قبیلوں کا مقررہ جتھا آپ کے دروازے کو گھیرے کھڑا تھا' آپ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اور کنکر بھر کر ان کے سروں اور ان کی آنکھوں میں ڈال کر سورۂ یاسین کی فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تک کی تلاوت کرتے ہوئے نکل گئے۔ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتی ہوئی آئیں' آپ نے دریافت فرمایا کہ پیاری بیٹی کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا کہ ابا جی کیسے نہ روؤں' یہ قریش خانہ کعبہ میں جمع ہیں' لات وعزیٰ کی قسمیں کھا کر یہ طے کیا ہے کہ ہر قبیلے کے لوگ آپ کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوں اور ایک ساتھ حملہ کر کے قتل کر دیں تاکہ الزام سب پر آئے اور ایک بلوہ قرار پائے' کوئی خاص شخص قاتل نہ ٹھہرے' آپ نے فرمایا' بیٹی پانی

لاؤ' پانی آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مسجد حرام کی طرف چلے' انہوں نے آپ کو دیکھا اور دیکھتے ہی غل مچایا کہ لو وہ آ گیا' اٹھو' اسی وقت ان کے سر جھک گئے' ٹھوڑیاں سینے سے لگ گئیں' نگاہ اونچی نہ کر سکے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا' یہ منہ الٹے ہو جائیں گے' یہ چہرے برباد ہو جائیں' جس شخص پر ان کنکریوں میں سے کوئی کنکر پڑا' وہ ہی بدر والے دن کفر کی حالت میں قتل کیا گیا ۔ مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رات کو مشرکوں کا مشورہ ہوا' کسی نے کہا' صبح کو اسے قید کر دو' کسی نے کہا مار ڈالو' کسی نے کہا دیس نکالا دے دو' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا' اس رات حضرت علیؓ آپ کے بستر پر سوئے اور آپ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے' غار میں جا کر بیٹھ رہے' مشرکین یہ سمجھ کر کہ خود رسول اکرم ﷺ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں' ساری رات پہرہ دیتے رہے' صبح سب کود کر اندر پہنچے' دیکھا تو حضرت علیؓ ہیں' ساری تدبیر چوپٹ ہو گئیں' پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ آپ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی' یہ لوگ قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے اس پہاڑ تک پہنچ گئے' وہاں سے پھر کوئی پتہ نہ چل سکا' پہاڑ پر چڑھ گئے' اس غار کے پاس سے گذرے لیکن دیکھا کہ وہاں مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے' کہنے لگے' اگر اس میں جاتے تو یہ جالا کیسے ثابت رہ جاتا؟ حضور ﷺ نے تین راتیں اسی غار میں گذاریں ۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے مکر کیا' میں بھی ان سے ایسی مضبوط چال چلا کہ آج تجھے ان سے بچا کر لے ہی آیا ۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾

جب ان کے سامنے ہماری کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں' ہم نے سن لیا' ہم آپ اگر چاہیں تو اس جیسا کلام کہہ سکتے ہیں' یہ بجز اگلوں کی لکھی ہوئی کہانیوں کے ہے ہی کیا؟ ○ جبکہ انہوں نے کہا کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب لا ○

عذاب الٰہی نہ آنے کا سبب' اللہ کے رسول اور استغفار : ☆☆ (آیت : ۳۱-۳۲) اللہ تعالیٰ مشرکوں کے غرور و تکبر' ان کی سرکشی اور ناحق شناسی' ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی حالت بیان کرتا ہے کہ جھوٹ موٹ بک دیتے ہیں کہ ہاں بھئی ہم نے قرآن سن لیا' اس میں رکھا کیا ہے' ہم خود قادر ہیں' اگر چاہیں تو اسی جیسا کلام کہہ دیں' حالانکہ وہ کہہ نہیں سکتے' اپنی عاجزی اور تہی دستی کو خوب جانتے ہیں لیکن زبان سے شیخی بگھارتے تھے' جہاں قرآن سنا تو اس کی قدر گھٹانے کے لئے بک دیا' جب کہ ان سے زبردست دعوے کے ساتھ کہا گیا کہ لاؤ اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر لاؤ تو سب عاجز ہو گئے' پس یہ قول صرف جاہلوں کی خوش طبعی کے لئے کہتے تھے ۔ کہا گیا ہے کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث ملعون تھا' یہ خبیث فارس کے ملک میں گیا تھا اور رستم و اسفندیار کے قصے یاد کر آیا تھا' یہاں حضورؐ کو نبوت مل چکی تھی' آپ لوگوں کو کلام اللہ شریف سنا رہے ہوتے' جب آپ فارغ ہوتے تو یہ اپنی مجلس جماتا اور فارس کے قصے سناتا' پھر فخراً کہتا کہو میرا بیان اچھا ہے یا محمد کا؟ صلی اللہ

علیہ وسلم۔ یہ بدر کے دن قید کر کے لایا گیا اور حضورؐ کے فرمان سے آپ کے سامنے اس کی گردن ماری گئی۔ فالحمد اللہ۔ اسے قید کرنے والے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے۔

عقبہ بن ابی معیط' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' یہ تینوں اسی قید میں قتل کئے گئے۔ حضرت مقدادؓ نے کہا بھی کہ یا رسولؐ اللہ میرا قیدی؟ آپؐ نے فرمایا' یہ اللہ عزوجل کی کتاب کے بارے میں زبان درازی کرتا تھا' انہوں نے بعد از قتل پھر کہا کہ حضورؐ میں جسے باندھ کر لایا ہوں؟ آپ نے دعا کی کہ یا اللہ اپنے فضل سے مقداد کو غنی کر دے' آپ خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ حضورؐ یہی میرا مقصد اور مقصود تھا' اسی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ایک روایت میں طعیمہ کی بجائے مطعم بن عدی کا نام ہے لیکن یہ غلط ہے' بدر والے دن وہ تو زندہ ہی نہ تھا' بلکہ حضورؐ کا فرمان مروی ہے کہ اگر آج یہ زندہ ہوتا اور مجھ سے ان قیدیوں کو طلب کرتا تو میں اسے دے دیتا اس لئے کہ طائف سے لوٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو وہی اپنی پناہ میں مکہ میں لے گیا تھا۔ یہ کفار کہتے تھے کہ قرآن میں سوائے پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیوں کے کیا دھرا ہے' انہی کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتا رہتا ہے' حالانکہ یہ محض جھوٹ بات تھی جو انہوں نے گھڑ لی تھی' اسی لئے ان کے اس قول کو نقل کر کے جناب باری نے فرمایا ہے کہ انہیں جواب دے کہ اسے تو آسمان و زمین کی تمام غائب باتوں کے جاننے والے نے اتارا ہے جو غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے' توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف فرماتا ہے' اپنے سامنے جھکنے والوں پر بڑے کرم کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور جب تک تو ان میں موجود ہے' اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا اور نہ اللہ انہیں اس حال میں عذاب کرنے والا ہے کہ وہ استغفار کرنے والے ہوں ○

(آیت: ۳۳) پھر ان کی جہالت کا کرشمہ بیان ہو رہا ہے کہ چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ یا اللہ اگر یہ حق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت دے اور اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرما لیکن بجائے اس کے یہ دعا کرنے لگے کہ ہمیں جلد عذاب کر۔ بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ہر چیز کا وقت مقرر ہے ورنہ ان پر بھی عذاب آ جاتا لیکن اگر تمہارا یہی حال رہا تو پھر بھی وہ دن دور نہیں کہ جب اچانک ان کی بے خبری میں اپنے وقت پر آ ہی جائے گا۔ یہ تو کہا کرتے تھے کہ ہمارا فیصلہ فیصلے کے دن سے پہلے ہی ہو جائے گا' بطور مذاق عذاب کے واقع ہونے کی درخواست کرتے تھے جو کافروں پر آنے والا ہے' جسے کوئی روک نہیں سکتا' جو اس اللہ کی طرف سے ہو گا جو سیڑھیوں والا ہے۔ پہلی امتوں کے جاہلوں کا بھی یہی وطیرہ رہا' قوم شعیبؑ نے کہا تھا کہ اے مدعی نبوت' اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کو گرا دے' اسی طرح ان لوگوں نے کہا' ابو جہل وغیرہ نے یہ دعا کی تھی جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ رسول اللہؐ کی موجودگی میں انہی میں سے بعض کا استغفار اللہ کی عذاب کی ڈھال ہے۔ نضر بن حارث بن کلدہ نے بھی یہی دعا کی تھی جس کا ذکر سَاَلَ سَآئِلٌ میں ہے۔ ان کے اسی قول کا ذکر آیت وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا الخ' میں ہے اور آیت وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی الخ میں ہے اور آیت سَاَلَ سَآئِلٌ الخ' میں ہے۔

غرض دس سے اوپر اوپر آیات اس بیان میں ہیں۔ عمرو بن عاص جنگ احد میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر محمد (ﷺ) کا لایا ہوا دین حق ہے تو مجھے میرے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے' گو اس امت کے بے وقوفوں نے یہ تمنا کی لیکن اللہ نے اس امت پر رحم فرمایا اور جواب دیا کہ ایک تو پیغمبر کی موجودگی عام عذاب سے مانع ہے' دوسرے تم لوگوں کا استغفار۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ مشرک حج میں طواف کے وقت کہتے تھے لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك اسی وقت رسول اللہ ﷺ فرماتے بس بس لیکن وہ پھر کہتے الاشریك ھو لك تملکه و ما ملك یعنی ہم حاضر ہیں' اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں' پھر کہتے' ہاں وہ شریک جو خود بھی تیری ملکیت میں ہیں اور جن چیزوں کے وہ مالک ہیں' ان کا بھی اصل مالک تو ہی ہے اور کہتے غفرانك غفرانك اے اللہ ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں' اے اللہ تو ہمیں معاف فرما' اسی طلب بخشش کو عذاب کے جلد نہ آنے کا سبب بتایا گیا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں ان میں دو سبب تھے' ایک تو نبی ﷺ' دوسرے استغفار' پس آپ تو چل دیئے اور استغفار باقی رہ گیا' قریشی آپس میں کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) کو اللہ نے ہم میں سے ہم پر بزرگ بنایا' اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو تو ہمیں عذاب کر' جب ایمان لائے تو اپنے اس قول پر بڑے ہی نادم ہوئے اور استغفار کیا' اسی کا بیان دوسری آیت میں ہے۔ پس انبیاء کی موجودگی میں قوموں پر عذاب نہیں آتا ہاں وہ نکل جائیں پھر عذاب برس پڑتے ہیں اور چونکہ ان کی قسمت میں ایمان تھا اور بعد از ایمان وہ استغفار کرنے والے یعنی نمازی بننے والے تھے' اس لئے بھی ان سے عذاب ٹلتا رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ خود مکہ میں ان ہی میں سے مومن تھے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے تھے' پس آنحضرت ﷺ کی موجودگی اور مسلمانوں کا استغفار اہل مکہ کے لئے باعث امن و امان تھا۔ امن کی ان دو وجوہات میں سے ایک تو اب نہ رہا' دوسرا اب بھی موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے' مجھ پر دو امن میری امت کے لئے اترے ہیں' ایک میری موجودگی' دوسرے ان کا استغفار' پس جب میں چلا جاؤں گا تو استغفار قیامت تک کے لئے ان میں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ شیطان نے کہا' اے اللہ مجھے تیری عزت کی قسم' میں تو جب تک تیرے بندوں کے جسم میں روح ہے انہیں بہکاتا رہوں گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا' مجھے بھی میری جلالت اور میری بزرگی کی قسم' جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے' میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا (مستدرک حاکم) مسند احمد میں ہی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' بندہ اللہ کے عذابوں سے امن میں رہتا ہے جب تک وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرتا رہے۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

کوئی وجہ نہیں کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے' یہ تو لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور یہ اس مسجد کے متولی ہونے کے لائق بھی نہیں ہیں' اس کے سزاوار تو صرف پرہیز گار لوگ ہیں لیکن اکثر کافر بے علم ہیں ○ ان کی تو نماز بھی خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے اور کچھ نہیں' تو جیسا کفر کرتے رہے' اس کے بدلے عذاب چکھو ○

عذاب الٰہی نہ آنے کا مزید بیان: ☆☆ (آیت:۳۴-۳۵) ارشاد ہے کہ فی الواقع کفار عذابوں کے لائق ہیں لیکن آنحضرت ﷺ

کی موجودگی کی وجہ سے ان سے عذاب رکے ہوئے ہیں چنانچہ آپ کی ہجرت کے بعد ان پر عذاب الٰہی آیا بدر کے دن ان کے تمام سردار مار ڈالے گئے یا قید کر دیئے گئے - ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں استغفار کی ہدایت کی کہ اپنے شرک و فساد سے ہٹ جائیں اور اللہ سے معافی طلب کریں - کہتے ہیں کہ یہ لوگ معافی نہیں مانگتے تھے ورنہ عذاب نہ ہوتا' ہاں ان میں جو کمزور مسلمان رہ گئے تھے اور ہجرت پر قادر نہ تھے' وہ استغفار میں لگے رہتے تھے اور ان کی ان میں موجودگی اللہ کے عذابوں کے رکنے کا ذریعہ تھی - چنانچہ حدیبیہ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے ھُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یعنی یہ مکہ والے ہی تو وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی نہ آنے دیا کہ وہ جہاں تھے' وہیں رکے کھڑے رہے اور اپنے حلال ہونے کی جگہ نہ پہنچ سکے اور اگر شہر مکہ میں کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں ایسی نہ ہوتیں کہ تم ان کے حال سے واقف نہیں تھے اور عین ممکن تھا کہ لڑائی کی صورت میں تم انہیں بھی پامال کر ڈالتے اور نادانستہ ان کی طرف سے تمہیں نقصان پہنچ جاتا تو بے شک تمہیں اسی وقت لڑائی کی اجازت مل جاتی' اس وقت کی صلح اس لئے ہے کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے' اگر مکہ میں رکے ہوئے مسلمان وہاں سے کہیں ہجرت کر جاتے تو یقیناً ان کافروں کو دردناک مار ماری جاتی -

پس آنحضرت ﷺ کی موجودگی اہل مکہ کے لئے باعث امن رہی' پھر حضور کی ہجرت کے بعد جو ضعیف مسلمان وہاں رہ گئے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے' ان کی موجودگی کی وجہ سے عذاب نہ آیا' جب وہ بھی مکہ سے نکل گئے تب یہ آیت اتری کہ اب کوئی مانع باقی نہ رہا' پس مسلمانوں کو مکہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت مل گئی اور یہ مفتوح ہوئے - ہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر مراد ان کا خود کا استغفار ہو تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا - چنانچہ حسن بصریؒ وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ اہل مکہ سے جنگ بھی ہوئی' انہیں ضرر بھی پہنچے' ان پر قحط سالیاں بھی آئیں' پس ان مشرکوں کا اس آیت میں استثنا کر لیا گیا ہے' انہیں اللہ کے عذاب کیوں نہ ہوں؟ یہ مومن لوگوں کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں' جو مومن بوجہ اپنی کمزوری کے اب تک مکہ میں ہی ہیں اور ان کے سوا اور مومنوں کو بھی طواف و نماز سے روکتے ہیں' حالانکہ اصل اہلیت ان ہی میں ہے' ان مشرکوں میں اس کی اہلیت نہیں جیسے فرمان ہے مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ الخ مشرکین اللہ کے گھروں کی آبادی کے اہل نہیں' وہ تو کفر میں مبتلا ہیں' ان کے اعمال اکارت ہیں اور وہ ہمیشہ کے جہنمی ہیں - مسجدوں کی آبادی کے اہل اللہ پر' قیامت پر ایمان رکھنے والے' نمازی' زکوٰۃ ادا کرنے والے' صرف خوف الٰہی رکھنے والے ہی ہیں اور وہی راہ یافتہ لوگ ہیں - اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا' اللہ کے ساتھ کفر کرنا' مسجد حرام کی بے حرمتی کرنا' اس کے لائق لوگوں کو اس سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے -

آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے دوست کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والا پھر آپ نے پڑھا ان اولیاءہ الا المتقون - مستدرک حاکم میں ہے کہ حضورؐ نے قریشیوں کو جمع کیا' پھر پوچھا کہ تم میں اس وقت کوئی اور تو نہیں؟ انہوں نے کہا بہنوں کی اولاد اور حلیف اور مولیٰ ہیں' فرمایا کہ یہ تینوں تو تم میں سے ہی ہیں' سنو تم میں سے میرے دوست وہی ہیں جو تقویٰ اور پرہیزگاری والے ہوں -

پس اللہ کے اولیاء محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنھم ہیں اور تمام مجاہد خواہ وہ کوئی ہو اور وہ کہیں کے ہوں پھر ان کی ایک اور شرارت اور بے ڈھنگا پن بیان فرماتا ہے - کعبہ میں آ کر کیا کرتے ہیں؟ یا تو جانوروں کی سی سیٹیاں بجاتے تھے' منہ میں انگلیاں رکھیں اور سیٹیاں شروع کر دیں یا تالیاں پیٹنے لگے' طواف کرتے ہیں تو ننگے ہو کر' رخسار جھکا کر' سیٹی بجائی' تالی بجائی' چلئے نماز ہو گئی' کبھی رخسار زمین پر لٹکا لیا' بائیں طرف سے طواف کیا - یہ بھی مقصود تھا کہ حضور کی نماز بگاڑیں' مومنوں کا مذاق اڑائیں' لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکیں حکم

ہوتا ہے کہ لو اب اپنے کفر کا بھرپور پھل چکھو۔ بدر کے دن قید ہو کے قتل ہوئے' تلوار چلی' چیخ اور زلزلے آئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا
عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ
حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ
يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا
فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ ع ۹ ۱۸

جو لوگ راہ اللہ سے روکتے ہیں' اپنے مال خرچ کرتے ہیں وہ خرچ کرلیں' آخر میں یہ خرچ ان کے لئے باعث ندامت ہوگا' پھر وہ ہار بھی جائیں گے کافروں کا حشر جہنم کی طرف ہی ہوگا ○ اس لئے کہ اللہ بروں کو بھلوں سے الگ الگ کر دے اور بروں کو بعض کو بعض پر تہہ بہ تہہ کر کے سب کو ایک ساتھ جہنم میں کر دے' یہی ہیں نقصان اٹھانے والے ○

شکست خوردہ کفار کی سازشیں: ☆☆ (آیت: ۳۶-۳۷) قریشیوں کو بدر میں شکست فاش ہوئی' اپنے مردے اور اپنے قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے' ابوسفیان اپنا قافلہ اور مال ومتاع لے کر پہنچا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ' عکرمہ بن ابی جہل' صفوان بن امیہ اور وہ لوگ جن کے عزیز واقارب اس لڑائی میں کام آئے تھے' ابوسفیان کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہماری کیا درگت ہوئی؟ اب اگر آپ رضامند ہوں تو یہ سارا مال روک لیا جائے اور اسی خزانے سے دوسری جنگ کی تیاری وسیع پیمانے پر کی جائے اور انہیں مزہ چکھا دیا جائے چنانچہ یہ بات مان لی گئی اور پختہ ہوگئی' اسی پر یہ آیت اتری کہ خرچ کرو ورنہ یہ بھی غارت ہو جائے گا اور دوبارہ منہ کی کھاؤ گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت بھی بدر کے بارے میں اتری ہے۔ الفاظ آیت کے عام ہیں گو سبب نزول خاص ہو' حق کو روکنے کے لیے جو بھی مال خرچ کرے' وہ آخر ندامت کے ساتھ رہ جائے گا' دین کا چراغ انسانی پھونکوں سے بجھ نہیں سکتا' اس خواہش کا انجام نامرادی ہی ہے' خود اللہ اپنے دین کا ناصر اور حافظ ہے' اس کا کلمہ بلند ہوگا' اس کا بول بالا ہوگا' اس کا دین غالب ہوگا' کفار منہ دیکھتے رہ جائیں گے' دنیا میں الگ رسوائی اور ذلت ہوگی' آخرت میں الگ بربادی اور خواری ہوگی' جیتے جی یا تو اپنے سامنے اپنی پستی' ذلت' نکبت و ادبار اور خواری دیکھ لیں گے یا مرنے پر عذاب نار دیکھ لیں گے' پستی وغلامی کی مار اور شکست ان کے ماتھے لکھ دی گئی ہے' پھر ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے' تاکہ اللہ شقی اور سعید کو الگ الگ کر دے' برے اور بھلے کو ممتاز کر دے۔ یہ تفریق اور امتیاز آخرت میں ہوگی اور دنیا میں بھی فرمان ہے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا الخ قیامت کے دن ہم کافروں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے معبود یہیں اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ اور آیت میں ہے' قیامت کے دن یہ سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ اس دن یہ ممتاز ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اے گنہگارو تم آج نیک کاروں سے الگ ہو جاؤ۔ اسی طرح دنیا میں بھی ایک دوسرے سے بالکل ممتاز تھے۔ مومنوں کے اعمال ان کے اپنے ہیں اور ان سے بالکل جداگانہ۔ لام لام تو لیل ہو سکتا ہے یعنی کافر اپنے

مالوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں تا کہ مومن و کافر میں علیحدگی ہو جائے کہ کون اللہ کا فرمانبردار ہے اور کون نافرمانی میں ممتاز ہے؟ چنانچہ فرمان ہے وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ الخ یعنی دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ کے وقت جو کچھ تم سے ہوا وہ اللہ کے حکم سے تھا تا کہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے' ان سے جب کہا گیا کہ آؤ راہ حق میں جہاد کرو یا دشمنوں کو دفع کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم فنون جنگ سے واقف ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ اور آیت میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری موجودہ حالتوں پر ہی چھوڑنے والا نہیں' وہ پاک اور پلید کو علیحدہ علیحدہ کرنے والا ہے اور یہ ہی نہیں کہ اللہ تمہیں اپنے غیب پر خبردار کر دے۔ فرمان ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الخ کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تو اللہ نے تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو کھلم کھلا نہیں کیا' سورہ برات میں بھی اسی جیسی آیت موجود ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تمہیں کافروں کے ہاتھوں میں اس لیے مبتلا کیا ہے اور اس لیے انہیں اپنے مال باطل میں خرچ کرنے پر لگایا ہے کہ نیک و بد کی تمیز ہو جائے' خبیث کو خبیث سے ملا کر جمع کر کے جہنم میں ڈال دے اور دنیا و آخرت میں یہ لوگ برباد ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

ان کافروں سے کہدے کہ اگر اب بھی یہ اپنے کفر سے باز آ جائیں تو جو کچھ گذر چکا انہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر یہ پھر لوٹیں گے تو یقیناً اگلے کافروں کی روش گذر چکی ہے ○ اور ان سے جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے' اگر یہ لوگ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ جو یہ کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا والی اور دوست ہے' وہ بہت ہی اچھا دوست اور بہت بہتر مددگار ہے ○

فتنے کے اختتام تک جہاد جاری رکھو ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۰) کافروں سے کہدے کہ اگر وہ اپنے کفر سے اور ضد سے باز آ جائیں' اسلام اور اطاعت قبول کر لیں' رب کی طرف جھک جائیں تو ان سے جو ہو چکا ہے' سب معاف کر دیا جائے گا' کفر بھی' خطا بھی' گناہ بھی۔ حدیث میں ہے' جو شخص اسلام لا کر نیکیاں کرے' وہ اپنے جاہلیت کے اعمال پر پکڑا نہ جائے گا اور اسلام میں بھی پھر برائیاں کرے تو اگلی پچھلی تمام خطاؤں پر اس کی پکڑ ہو گی۔ اور حدیث میں ہے اسلام سے پہلے کے سب گناہ معاف ہیں' توبہ بھی اپنے سے پہلے کے گناہ کو مٹا دیتی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ نہ مانیں اور اپنے کفر پر قائم رہیں تو وہ اگلوں کی حالت دیکھ لیں کہ ہم نے انہیں ان کے کفر کی وجہ سے کیسا غارت کیا؟ ابھی بدری کفار کا حشر بھی ان کے سامنے ہے' جب تک فتنہ باقی ہے' تم جنگ جاری رکھو۔ دو مسلمان گروہوں کا آپس میں لڑنا اور فتنہ کیا ہے؟ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آیت وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ' کو پیش نظر رکھ کر

آپ اس وقت کی باہمی جنگ میں شرکت کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا' تم لوگوں کا یہ طعنہ اس سے بہت ہلکا ہے کہ میں کسی مومن کو قتل کر کے جہنمی بن جاؤں۔

جیسے فرمان الٰہی ہے وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ اس نے کہا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ فتنہ باقی ہو تب تک لڑائی جاری رکھو' آپ نے فرمایا یہی ہم نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کیا' اس وقت مسلمان کم تھے' انہیں کافر گرفتار کر لیتے تھے اور دین میں فتنے ڈالتے تھے یا تو قتل کر ڈالتے تھے یا قید کر لیتے تھے' جب مسلمان بڑھ گئے' وہ فتنہ جاتا رہا' اس نے جب دیکھا کہ آپؓ مانتے نہیں تو کہا' اچھا حضرت علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت عثمانؓ کو اللہ نے معاف فرمایا لیکن تمہیں اللہ کی وہ معافی بری معلوم ہوتی ہے' حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد تھے' یہ ہیں آپ کی صاحبزادی' یہ کہتے ہوئے ان کے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عمرؓ ایک مرتبہ لوگوں کے پاس آئے تو کسی نے کہا کہ اس فتنے کے وقت کی لڑائی کی نسبت جناب کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو فتنے سے کیا مراد ہے؟ آنحضرت ﷺ کافروں سے جنگ کرتے تھے' اس وقت ان کا زور تھا' ان میں جانا فتنہ تھا' تمہاری تو یہ ملکی لڑائیاں ہیں' اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کے زمانے میں دو شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں' وہ آپ کے سامنے ہے' آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور رسول ﷺ کے صحابی ہیں' آپ کیوں میدان جنگ میں نہیں اترے؟ فرمایا اس لئے کہ اللہ نے ہر مومن کا خون حرام کر دیا ہے' انہوں نے کہا' فتنے کے باقی رہنے تک لڑنا اللہ کا حکم نہیں؟ آپ نے فرمایا ہے اور ہم نے اسے نبھایا بھی یہاں تک کہ فتنہ دور ہو گیا اور دین سب اللہ ہی کا ہو گیا' اب تم اپنی اس باہمی جنگ سے فتنہ کھڑا کرنا اور غیر اللہ کے دین کے لئے ہو جانا چاہتے ہو۔ ذوالسطبین حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے' میں ہرگز اس شخص سے جنگ نہ کروں گا' جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو' حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کی تائید کی اور فرمایا' میں بھی یہی کہتا ہوں تو ان پر بھی یہی آیت پیش کی گئی اور یہی جواب آپ نے بھی دیا۔ بقول ابن عباسؓ وغیرہ فتنہ سے مراد شرک ہے اور یہ بھی کہ مسلمانوں کی کمزوری ایسی نہ رہے کہ کوئی انہیں ان کے سچے دین سے مرتد کرنے کی طاقت رکھے' دین سب اللہ کا ہو جائے یعنی توحید نکھر جائے' لا الہ الا اللہ کا کلمہ زبانوں پر چڑھ جائے' شرک اور معبودان باطل کی پرستش اٹھ جائے' تمہارے دین کے ساتھ کفر باقی نہ رہے۔

بخاری و مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں' جب وہ اسے کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنی جانیں اور اپنے مال بچا لیں گے' ہاں حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے' ایک شخص غیرت کے لئے' ایک شخص ریاکاری کے لئے لڑائی کر رہا ہے تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جو اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی غرض سے جہاد کرے' وہ اللہ کی راہ میں ہے' پھر فرمایا کہ اگر تمہارے جہاد کی وجہ سے یہ اپنے کفر سے باز آ جائیں تو تم ان سے لڑائی موقوف کر دو' ان کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو' اللہ ان کے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

جیسے فرمان ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ الخ یعنی اگر یہ توبہ کر لیں اور نمازی اور زکوۃ دینے والے بن جائیں تو ان کی راہ چھوڑ دو' ان کے راستے نہ روکو۔ اور آیت میں ہے کہ اس صورت میں وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے' پھر اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی کا بدلہ تو صرف ظالموں کے لئے ہی

ہے۔ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت اسامہؓ ایک شخص پر تلوار لے کر چڑھ گئے' جب وہ زد میں آ گیا اور دیکھا کہ تلوار چلا چاہتی ہے تو اس نے جلدی سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا' لیکن اس کے سر پر تلوار پڑ گئی اور وہ قتل ہو گیا' جب حضور ﷺ سے اس واقعہ کا بیان ہوا تو آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا' کیا تو نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا؟ تو لا الہ الا اللہ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کرے گا؟ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو اس نے صرف اپنے بچاؤ کے لئے کہا تھا' آپ نے فرمایا' کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ بتا کون ہوگا جو قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا مقابلہ کرے' بار بار آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میں آج کے دن سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا؟

پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی باز نہ رہیں' تمہاری مخالفت اور تم سے لڑائی نہ چھوڑیں تو تم یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولا' تمہارا مالک' تمہارا مددگار اور ناصر ہے' وہ تمہیں ان پر غالب کرے گا' وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت عروہؓ سے کچھ باتیں دریافت کی تھیں جس کے جواب میں آپ نے انہیں لکھا' سلام علیک کے بعد میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' بعد حمد و صلوۃ کے آپ کا خط ملا' آپ نے ہجرت رسول اللہ ﷺ کی بابت مجھ سے سوال کیا ہے' میں آپ کو اس واقعہ کی خبر لکھتا ہوں' اللہ ہی کی مدد پر خیر کرنا اور شر سے روکنا موقوف ہے' مکہ سے آپ کے تشریف لے جانے کا واقعہ یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت دی' سبحان اللہ کیسے اچھے نبی' کیسے اچھے پیشوا بہترین رہنما تھے' اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے' ہمیں جنت میں آپؐ کی زیارت نصیب فرمائے' ہمیں آپؐ ہی کے دین پر زندہ رکھے' اسی پر موت دے اور اسی پر قیامت کے دن کھڑا کرے' آمین۔ جب آپؐ نے اپنی قوم کو ہدایت اور نور کی طرف دعوت دی جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا تو شروع شروع تو انہیں کچھ زیادہ برا معلوم نہیں ہوا بلکہ قریب تھا کہ آپ کی باتیں سننے لگیں' مگر جب ان کے معبودان باطل کا ذکر آیا' اس وقت وہ بگڑ بیٹھے' آپ کی باتوں کا برا ماننے لگے آپؐ پر سختی کرنے لگے اسی زمانے میں طائف کے چند قریش مال لے کر پہنچے' وہ بھی ان کے شریک حال ہو گئے' اب آپؐ کی باتوں کے ماننے والے مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانے لگے' جس کی وجہ سے عام لوگ آپ کے پاس آنے جانے سے ہٹ گئے سوائے ان چند ہستیوں کے جو اللہ کی حفاظت میں تھیں' یہی حالت ایک عرصے تک رہی جب تک کہ مسلمانوں کی تعداد کی کمی زیادتی کی حد تک نہیں پہنچی تھی پھر سرداران کفر نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب تک کہ جتنے لوگ ایمان لا چکے ہیں' ان پر اور زیادہ سختی کی جائے' جو [illegible] کا رشتہ د[illegible]ر فریبی ہو وہ اسے ہر طرح تنگ کرے تا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں' اب فتنہ بڑھ گیا اور بعض لوگ ان کی سزاؤں کی تاب نہ لا کر ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے' کھرے اور ثابت قدم لوگ دین حق پر اس مصیبت کے زمانے میں بھی جمے رہے اور اللہ نے انہیں مضبوط کر دیا اور محفوظ رکھ لیا' آخر جب تکلیفیں حد سے بڑھنے لگیں تو رسول مقبول ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت د[illegible]' حبشہ کا بادشاہ نجاشی ایک نیک آدمی تھا' اس کی سلطنت ظلم و زیادتی سے خالی تھی ہر طرف اس کی تعریفیں ہو رہی تھیں' یہ جگہ قریش کی تجارتی منڈی تھی جہاں ان کے تاجر رہا کرتے تھے اور بے خوف و خطر بڑی بڑی تجارتیں کیا کرتے تھے۔

پس جو لوگ یہاں مکہ میں کافروں کے ہاتھوں بہت تنگ آ گئے تھے اور اب مصیبت جھیلنے کے قابل نہیں رہے تھے اور ہر وقت انہیں اپنے دین کے اپنے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا خطرہ لگا رہتا تھا' وہ سب حبشہ چلے گئے' لیکن خود حضور ﷺ یہیں ٹھہرے رہے' اس پر بھی جب کئی سال گذر گئے تو یہاں اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی' اسلام پھیل گیا اور شریف اور سردار لوگ بھی اسلامی جھنڈے تلے آ گئے'

یہ دیکھ کر کفار کو اپنی دشمنی کا جوش ٹھنڈا کرنا پڑا' وہ ظلم وزیادتی سے بالکل تو نہیں لیکن کچھ نہ کچھ رک گئے۔

پس وہ فتنہ جس کے زلزلوں نے صحابہؓ کو وطن چھوڑنے اور حبشہ جانے پر مجبور کیا تھا' اس کے کچھ دب جانے کی خبروں نے مہاجرین حبشہ کو پھر آمادہ کیا کہ وہ مکے شریف واپس چلے آئیں' چنانچہ وہ بھی تھوڑے بہت آ گئے۔اسی اثناء میں مدینہ شریف کے چند انصار مسلمان ہو گئے' ان کی وجہ سے مدینہ شریف میں بھی اشاعت اسلام ہونے لگی' ان کا مکہ شریف آنا جانا شروع ہوا' اس سے مکہ والے کچھ بگڑے اور پھر کرارادہ کرلیا کہ دوبارہ سخت سختی کریں چنانچہ دوسری مرتبہ پھر فتنہ شروع ہوا ہجرت پر پہلے فتنے نے آمادہ کیا واپسی پر پھر فتنہ پھیلا' اب ستر بزرگ سرداران مدینہ یہاں آئے اور مسلمان ہو کر آنحضرت رسول مقبول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی' یہ موسم حج کے موقعہ پر آئے تھے' عقبہ میں انہوں نے بیعت کی' عہد و پیمان' قول وقرار ہوئے کہ ہم آپ کے اور آپ ہمارے' اگر کوئی بھی آپ کا آدمی ہمارے ہاں آ جائے تو ہم اس کے امن وامان کے ذمے دار ہیں' خود آپ اگر تشریف لائیں تو ہم جان و مال سے آپ کے ساتھ ہیں اس چیز نے قریش کو اور بھڑکا دیا اور انھوں نے کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو مزید ستانا شروع کر دیا' ان کی سزائیں بڑھا دیں اور خون کے پیاسے ہو گئے' اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی کہ وہ مدینہ شرف کی طرف ہجرت کر جائیں' یہ تھا آخری اور انتہائی فتنہ جس نے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی نکالا بلکہ خود اللہ کے محترم رسول ﷺ بھی مکہ کو خالی کر گئے' یہی ہے' وہ جسے اللہ فرماتا ہے' ان سے جہاد جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ مٹ جائے اور سارا دین اللہ کا ہی ہو جائے۔

الحمدللہ نویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا۔ جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

مال غنیمت کی تقسیم کا بیان : ☆☆ (آیت:۴۱) سابقہ تمام امتوں پر مال غنیمت حرام رہا' لیکن اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسے حلال کر دیا' اس کی تقسیم کی تفصیل یہاں بیان ہو رہی ہے۔ مال غنیمت وہ ہے جو مسلمانوں کو جہاد کے بعد کافروں سے ہاتھ لگے اور جو مال بغیر لڑے جنگ کے ہاتھ آئے' مثلاً صلح ہو گئی اور مقررہ تاوان جنگ ان سے وصول کیا' یا کوئی مر گیا اور لاوارث تھا' یا جزیہ اور خراج کی رقم وغیرہ' وہ فے ہے۔ سلف و خلف کی ایک جماعت اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی خیال ہے۔ بعض لوگ غنیمت کا اطلاق فے پر اور فے کا اطلاق غنیمت پر بھی کرتے ہیں' اس لئے قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت سورہ حشر کی آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ الخ' کی ناسخ ہے۔ اب مال غنیمت کے پانچ حصے ہوں گے' چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ ان کا جن کا بیان اس آیت میں ہے' لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے' اس لئے کہ یہ آیت بدر کے واقعہ کے بعد اتری ہے اور وہ آیت بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

علماء سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ واقعہ بنونضیر واقعہ بدر کے بعد کا ہے اور اس بات میں تو کوئی شک و شبہ ہی نہیں۔ جو لوگ فے اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فے کے بارے میں ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان دونوں قسم کے مال کی تقسیم امام کی رائے پر ہے۔ پس مقررہ حشر کی آیت اور اس آیت میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ امام کی مرضی ہو۔ واللہ اعلم۔ آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہیے' چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو' گو سوئی ہو یا دھاگہ ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے' جو خیانت کرے گا' وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہو گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا' کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ خمس میں سے اللہ کے لئے مقرر شدہ حصہ کعبہ میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابوالعالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے تھے' چار مجاہدین میں تقسیم ہوتے' پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر کر نکال لیتے اور اسے کعبہ میں داخل کر دیتے' پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے' ایک رسول اللہ ﷺ کا' ایک قرابت داروں کا' ایک یتیموں کا' ایک مسکینوں کا' ایک مسافروں کا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کا نام صرف بطور تبرک ہے' گویا رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا وہ شروع ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ کوئی لشکر بھیجتے اور مال غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

پس یہ فرمان کہ اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے' زمین و آسمان میں جو کچھ ہے' اللہ کا ہے' پانچویں حصے میں

سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ رسول کا ایک ہی حصہ ہے' اس کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یارسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟' آپ نے فرمایا' اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا ہے' باقی کے چار حصے لشکریوں کے' اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں' یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔

حضرت حسنؓ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا' کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر کئے جاتے تھے' چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے' پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے' ایک چوتھائی اللہ کا اور اس کے رسول کا' پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ آپ اور آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو' اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں' اللہ کا حصہ اللہ کے نبی کا ہے اور جو آپ کا حصہ تھا' وہ آپ کی بیویوں کا ہے۔ عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں' اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے' وہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے آپ کو اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔ مقدام بن معدی کرب' حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابودرد' حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ذکر ہونے لگا تو ابودرداء نے عبادہ بن صامت سے کہا' فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ کو نماز پڑھائی' سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ مال غنیمت کے اونٹ کے یہ بال بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں' میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے' پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو' خیانت نہ کرو' خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والوں کے لئے دونوں جہان میں آگ ہے' قریب والوں سے' دور والوں سے راہ حق میں جہاد جاری رکھو' شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو' وطن میں اور سفر میں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو' اللہ کے لئے جہاد کرتے رہو' جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ (مسند امام احمد)

یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے۔ اس حصے میں سے رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرما لیا کرتے تھے' لونڈی' غلام' تلوار' گھوڑا وغیرہ' جیسا کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے مال غنیمت میں سے تھی جو حضورؐ کے پاس تھی' اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئی تھیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے' حضرت یزید بن عبداللہ کہتے ہیں' ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے' ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا' ہم نے اسے پڑھا اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی ﷺ کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو' تو تم اللہ اور اس

کے رسولؐ کی امان میں ہو' ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے' پس ان صحیح احادیث کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے' اسی لئے اکثر بزرگوں نے اسے حضورؐ کے خواص میں سے شمار کیا ہے' صلوات اللہ و سلامہ علیہ - اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے' جیسے کہ مال فے میں اسے اختیار ہے ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالکؒ اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے - جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس' جو حضورؐ کا حصہ تھا اسے اب آپ کے بعد کیا کیا جائے - بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفتہ المسلمین کا ہو گا - حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت قتادہؒ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے - اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے' کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہو گا - ایک قول ہے کہ یہ بھی اہل حاجت کی بقایا قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار' یتیم' مسکین اور مسافر - امام ابن جریرؒ کا مختار مذہب یہی ہے - اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضورؐ کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے - عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے - اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابت داروں کا ہے' چنانچہ عبداللہ بن محمد اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے' پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو سیدنا علی بن حسینؒ علیؓ نے فرمایا' اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور مسکین ہیں -

سیدنا علی بن حسینؒ حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا و آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے - حضورؐ کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں کیا ہو' اس میں اختلاف ہے - بعض کہتے ہیں' حضرت کا حصہ آپؐ کے خلیفہ کو ملے گا - بعض کہتے ہیں آپؐ کے قرابت داروں کو - بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابتداروں کو - ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے اور اسی طرح خلافت صدیقیہ و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے - ابراہیم کہتے ہیں' حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ حضورؐ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے' پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سے سخت تھے - اکثر علماء رحمہم اللہ کا یہی قول ہے - ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے' وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے - اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور شروع اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپؐ کی حمایت میں تھے' ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وجہ سے' کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے - ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل گو یہ بھی آپ کے چچازاد بھائی تھے' لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے' اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں' اسی لئے ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قرابت دار تھے' اس قصیدے میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا' ان بے وقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ ایک موقعہ پر ابن جبیر بن معطم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا' حالانکہ آپؐ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں' آپؐ نے فرمایا سنو' بنو ہاشم اور

بنوعبدالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں' بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں- یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب ہیں-

بعض کہتے ہیں' یہ صرف بنوہاشم ہیں- مجاہدؒ کا قول ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ بنوہاشم میں فقراء ہیں' پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا' یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے- علی بن حسینؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے- بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں- ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی' وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں- (مسلم وغیرہ) بعض روایات میں صرف پہلا جملہ ہی ہے' دوسرے جملے کی روایت کے راوی ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں' اس میں ضعف بھی ہے ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیرلیا' خمس کا پانچواں حصہ تمہیں کافی ہے' یہ حدیث حسن ہے' اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابوحاتم ثقہ بتاتے ہیں' لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات لاتے ہیں' واللہ اعلم- آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے وہ بچے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو- بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں' ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں- مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے- ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو' اس کی تفسیر سورہ برأت کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ' کی تفسیر میں آئے گی ان شاءاللہ تعالیٰ- ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں-

پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہارا اللہ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے لاؤ' یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو- بخاری و مسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں' اور چار سے منع کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں' جانتے بھی ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا' زکوۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا' پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے- حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے' پھر اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے- وللہ الحمد والمنہ-

پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا' اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی کی اور آپ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا' کلمہ ایمان' کلمہ کفر پر چھا گیا' پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی' بہت سے بزرگوں سے یہی تفسیر مروی ہے' یہی سب سے پہلا غزوہ تھا- مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے' جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی' اصحاب رسولؐ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تھی' باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی' ستر سے زائد کافر تو مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے- مستدرک حاکم میں ہے' ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لیلتہ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا- حسنؓ بن علی فرماتے ہیں کہ لیلتہ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' رمضان شریف کی سترہویں تھی' یہ

رات بھی جمعہ کی رات تھی' غزوے اور سیرت کے مرتب کرنے والے کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ ہاں یزید بن ابو حبیب جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے' فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے۔ واللہ اعلم۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

جبکہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا' اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم میں اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلاف پڑتے لیکن اللہ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا تاکہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جاتے جو دلیل سے جیتا ہے' بیشک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے ذریعے ایمان کو کفر سے ممتاز کر دیا: ☆☆ (آیت:۴۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدینا میں تھے' جو مدینہ شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکہ کی جانب مدینہ کی دور کی وادی میں تھے اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی جانب دریا کی طرف تھا' اگر تم کفار قریش سے جنگ کا ارادہ پہلے سے کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے' اس لئے قدرت نے پہلے سے طے کئے بغیر دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی حاصل ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ملے' پس جو کرنا تھا' وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔

چنانچہ کعبؓ کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے' لیکن اللہ نے دشمن سے مڈبھیڑ کرا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے' ابوسفیان ملک شام سے قافلہ لے کر چلا' ابوجہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکہ سے نکلا' قافلہ دوسرے راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوگئی' اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ایک دوسرے کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضورؐ برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزعباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا' ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے' راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا' ایک دوسری سے کہتی ہے' تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر' کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے' میں تجھے تیرا حق دے دوں گی' مجدی بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے' اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا' اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبویؐ میں جا کر آپ کو خبر دی۔

ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنوئیں پر تم نے کسی کو دیکھا' اس نے کہا' نہیں' البتہ

دو سوار آئے تھے' اپنے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے' اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے' یہ سن کر یہ اس جگہ پہنچا' مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پا کر کہنے لگا' واللہ یہ مدنی لوگ ہیں' وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کے پاس بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے مال' اور آدمیوں کو بچا لیا' تم لوٹ جاؤ' یہ سن کر ابوجہل نے کہا' نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو ہم بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا' وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے' وہاں اونٹ ذبح کریں گے' شرابیں پئیں گے کباب بنائیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری اور بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں۔ لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنوزہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے' تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ' اس کے قبیلے نے اس کی مان لی' یہ لوگ اور بنوعدی لوٹ گئے۔

بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب' حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو خبر لانے کے لئے بھیجا' چند اور صحابہؓ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا انہیں بنوسعید بن عاص کا اور بنوحجاج کا غلام کنویں پر مل گیا' دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا' اس وقت آپ نماز میں تھے' صحابہؓ نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا' قریش کے سقے ہیں' انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ یہ ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی' آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں' تب انہیں چھوڑا۔ حضورؐ نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے' تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا' تم نے چھوڑ دیا' واللہ یہ سچے ہیں' یہ قریش کے غلام ہیں۔ آپ نے ان غلاموں سے فرمایا ہاں بھئی بتاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا' وادی قصویٰ کے اس طرف ٹیلے کے پیچھے' آپؐ نے فرمایا' وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا' بہت ہیں' آپؐ نے فرمایا' آخر کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں' آپؐ نے فرمایا' اچھا یہ بتا سکتے ہو' ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس' آپؐ نے فرمایا' پھر وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر بن نوفل' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل' امیہ بن خلف اور منبہ بن حجاج' سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود یہ سن کر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا' لو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں' آپ وہاں رہیں' ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمدللہ یہی مطلوب ہے' ورنہ آپ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں' وہ ہم سے زیادہ آپؐ سے محبت رکھتے ہیں' انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے اور آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضورؐ نے ان کے مشورے کی قدر کی' انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے' آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکرؓ تھے اور کوئی نہ تھا' صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے' انہیں دیکھ کر آپؐ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آ رہے ہیں' باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل ربانی دیکھ لیں' گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی آمادگی اور بغیر شرط و

قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کا یہاں اچانک آمنا سامنا کرا دیا کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو مکمل طور پر ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایمان دار بنے' ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے۔

جیسے فرمان قرآن ہے او من کان میتا فاحییناہ الخ' یعنی وہ جو مردہ تھا' پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس کی روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصہ میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا' وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا' اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع وزاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو' تم مستحق امداد ہو' تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا
لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ
إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ
إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ
لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾ ع ۷

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی۔ اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے ○ جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا' سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ○

لڑائی میں مومن کم اور کفار زیادہ دکھائی دیئے: ☆☆ (آیت: ۴۳-۴۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپؐ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا اور یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ان آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی' جن آنکھوں سے آپ سوتے تھے' لیکن یہ قول غریب ہے۔ جب قرآن میں منام کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلادلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ممکن تھا کہ اُن کی تعداد کی زیادتی اِن میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچا لیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی' اللہ پاک دلوں کے بھید سے' سینے کے راز سے واقف ہے' آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد میں کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور ان کی جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز ہی نہ سمجھیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں کوئی ایک سو ہیں' پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا' اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا' ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ حکیم نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان

پر ٹوٹ پڑے تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا' پورا ہو جائے' کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے' جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی' یہی کیفیت دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی' مسلمانوں کا لشکر بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا' چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ الخ' میں بیان ہوا ہے' پس دونوں آیات ایک سی ہیں۔ مسلمان تب تک کم نظر آتے رہے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی' شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت یاد اللہ کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ○ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو' آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو' یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

جہاد کے وقت کثرت سے اللہ کا ذکر: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۶) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کے وقت شجاعت کا سبق سکھا رہا ہے۔ ایک غزوہ میں رسول مقبول ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا! لوگو دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے' پھر آپؐ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے' اے بادلوں کے چلانے والے اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے اللہ ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما (بخاری و مسلم) عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گو وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔ طبرانی میں ہے' تین وقت ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے (۱) تلاوت قرآن کے وقت (۲) جہاد کے وقت اور (۳) جنازے کے وقت۔

ایک اور حدیث میں ہے کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت میرا ذکر کرتا رہے یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو' مجھ سے دعا کرنے اور فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' لڑائی کے دوران یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' تو جریج نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ نے فرمایا' ہاں کعب احبارؒ فرماتے ہیں' قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے' پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ و جدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے

ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔

پس آیت میں جناب باری نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر و استقامت کا حکم دیا کہ نامرد' بزدل اور ڈرپوک نہ بنو' اللہ کو یاد کرو' اسے نہ بھولو' اس سے فریاد کرو' اس سے دعائیں کرو' اسی پر بھروسہ رکھو' اسی سے مدد طلب کرو یہی کامیابی کے گر ہیں' اس وقت بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو' وہ جو فرمائیں بجالاؤ' جن سے روکیں رک جاؤ' آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے' بزدلی جم جائے گی' ہوا اکھڑ جائے گی' قوت اور تیزی جاتی رہے گی' اقبال اور ترقی رک جائے گی' دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال سابقہ امتوں میں بھی نہیں' بعد والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہی شجاعت' یہی اطاعت رسولؐ' یہی صبر و استقلال تھا جس کے باعث مدد ربانی شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا' نہ صرف یہ کہ لوگوں کے ملکوں کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں ترکوں' صقلیہ بربریوں' حبشیوں' سوڈانیوں اور قبطیوں کو' غرض دنیا کے گوروں کالوں کو مغلوب کر لیا' اللہ کے کلمہ کو بلند کیا' دین حق کو پھیلایا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔ اللہ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے۔ خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا' تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی انہی کی جماعت میں حشر کرے' وہ کریم و وہاب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ
وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾
وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ
لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ
الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي
أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خودنمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور راہ اللہ سے روکنے لگے' جو کچھ وہ کر رہے ہیں' اللہ اسے گھیر لینے والا ہے ○ جب کہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں' لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں' میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے' میں اللہ سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے ○

میدان بدر میں ابلیس مشرکین کا ہمراہی تھا: ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ جہاد میں ثابت قدمی' نیک نیتی' ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے' تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابوجہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا' اب لوٹ کر واپس چلنا چاہئے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ کیسا لوٹنا' بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے' وہاں شرابیں اڑائیں گے' کباب کھائیں گے' گانا سنیں گے تاکہ لوگوں

میں شہرت ہو جائے۔

اللہ کی شان کے قربان جایئے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھونس دیئے گئے اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ کے رسولوں کے سرتاج سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کے ساتھ گانے والیاں بھی تھیں باجے گاجے بھی تھے شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انہیں پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت بھلا دکھا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے؟ ان کے دل سے بنو بکر کا مکہ پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں تم بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے نہ پورا ہونے والی امیدوں کے سبز باغ دکھائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور لشکر کو ساتھ لے کر مشرکوں کی حمایت میں نکلا ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار ہوں لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی جب میدان جنگ میں صف بندی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ سے ڈرنے والا آدمی ہوں اللہ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ دوسرے لوگوں نے کہا سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے؟ اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضورؐ پر تھوڑی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہوگئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔

ابلیس سراقہ بن مالک جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمہیں کوئی ہرا نہیں سکتا لیکن فرشتوں کے لشکر کو دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے

لگا' یا اللہ میں تجھے تیرا وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

جبکہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے' جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے' اللہ تعالیٰ بلا شک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے ○

طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں' جب قریشیوں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو' ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھائی کر دیں' قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دستبردار ہو جائیں' اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا جو بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا' کہنے لگا' اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں' تم ان کا بے خطر ساتھ دو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے مکمل تیار ہو کر جاؤ' خود بھی ان کے ساتھ چلا' ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے' سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی' اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا' حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا' اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے' شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا' کیونکہ اس نے اللہ کے لشکروں کو مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا' صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں' میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور اس بات میں وہ سچا بھی تھا۔

پھر کہتا ہے میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہوں' اللہ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں' اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا' سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں' وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف الٰہی کرتا ہوں' یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی' دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا' یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے' حق کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے' پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے' شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے' پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہی کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ ایک اور آیت میں ہے کہ جب حق واضح ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ کے وعدے سچے ہیں' میں خود جھوٹا' میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے' میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں' تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہیں بچا سکوں گا نہ تم میرے کام آ سکو گے' اس سے پہلے جو تم مجھے رب کا شریک بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں' یقین مانو کہ ظالموں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے' بے شک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے۔ انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ نے انہیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو' یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ۔ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں' اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے' بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو' ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا' اب تک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا' ابو جہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا' کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں' اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ' وہ تو محمد (ﷺ) کی طرف سے سکھایا پڑھایا ہوا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے' کوئی گھبرانے کی بات نہیں' لات وعزیٰ کی قسم! آج ان مسلمانوں

کو ان کے نبی سمیت گرفتار کر لیں گے' نامردی نہ کرو' دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو' دیکھو خبردار انہیں قتل نہ کرنا' زندہ پکڑنا تاکہ انہیں دل کھول کر سزا دیں- یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا' اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے کو کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو اور اس نے بھی کہا تھا کہ جادوگرو یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا-

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر و ذلیل رسوا اور درماندہ ہوتا ہے' اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا' کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے' ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں- ہاں بدر کے دن اس کی ذلت و رسوائی کا کچھ مت پوچھو' جب اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیلؑ کی ماتحتی میں آ رہی ہیں- جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آ گئیں تو اللہ کی قدرت و حکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہ میں کم جچنے لگے' اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں؟ مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں' ابھی کوئی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا' پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر ہلاتے رہ جائیں- رب العالمین فرماتا ہے' انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے' ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے' حکمت کا مالک ہے' اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے کافروں کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے' دشمن الٰہی ابوجہل ملعون ٹیلے کے اوپر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا' لو آج ہم نے میدان مار لیا ہے' بس آج سے اللہ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی' ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے- ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنے دینے والے مکہ کے منافق تھے- عامر کہتے ہیں' یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے' انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں-

مجاہدؒ کہتے ہیں' یہ قریش کی ایک جماعت تھی- قیس بن ولید بن مغیرہ' ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ' حارث بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن یہ متردد تھے اور اسی میں رکے ہوئے تھے- یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے' یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت و شان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟-

حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے' ان کا نام منافق رکھ دیا گیا' کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کا اقرار کرتی تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی- یہاں آ کر مسلمانوں کا قلیل سا لشکر دیکھ کر انہوں نے یہ کہا- جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے' اسے وہ ذی عزت کر دیتا ہے کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے' غلبہ اس کا غلام ہے' وہ بلند جناب ہے' وہ بڑا ذی شان ہے' وہ سچا سلطان ہے' وہ حکیم ہے' اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں' وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے' مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے' وہ سب کو خوب جانتا ہے-

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں' ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں کہ تم جلنے کا عذاب چکھو○ یہ بہ سبب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں○

کفار کے لئے سکرات موت کا وقت بڑا اشدید ہے: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کاش اے پیغمبر دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں' وہ اس وقت ان کے چہروں اور کمروں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں' آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو- یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے' فرشتے ان کا خوب بھرتہ بنا رہے تھے-

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے نشان دیکھے ہیں آپ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں- حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں' الفاظ عام ہیں اور ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے- سورہ قتال (محمد) میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورہ انعام کی آیت وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ' میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گذر چکا ہے- چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے' ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں' وہ انہیں خوب مارتے ہیں' ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے اللہ کا غضب ہے اور عذاب الٰہی ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جب کہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح چل گرم ہواؤں' گرم پانی اور گرم سائے کی طرف' پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے' آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے' جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے' اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آ جاتے ہیں' فرشتے اس سے کہتے ہیں' اب جلنے کا مزہ چکھو' یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے' اللہ تعالیٰ ظالم نہیں' وہ تو عادل حاکم ہے' برکت و بلندی' غنا' پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے- چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو' میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر دیا ہے' پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے' میرے غلامو! میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوئے ہوں' بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے تئیں ہی ملامت کرو-

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ
الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے کفر کیا' پس اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا' اللہ تعالیٰ یقیناً قوت والا اور سخت عذاب والا ہے ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ سننے جاننے والا ہے ○ مثل حالت فرعونیوں کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں' پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور یہ سارے ستم گار تھے ○ تمام جانداروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں' پھر وہ ایمان نہ لائیں ○

کفار اللہ کے ازلی دشمن ہیں : ☆☆ (آیت:۵۲) ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔ پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے گزشتہ لوگوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے' مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کو نہ مانا جس کے باعث اللہ کی پکڑ ان پر آ گئی' تمام قوتیں اللہ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بھاری ہیں' کوئی نہیں جو اس پر غالب آ سکے اور کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

اللہ ظالم نہیں' لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں : ☆☆ (آیت:۵۳-۵۴) اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے' اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں' جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا' نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ تم دیکھ لو کہ فرعونیوں اور ان جیسے ان سے گزشتہ لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا' انہیں اللہ نے اپنی نعمتیں دیں' وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات' چشمے' کھیتیاں' خزانے' محلات اور نعمتیں جن میں وہ مست ہو رہے تھے' سب چھین لیں' اس بارے میں انہوں نے اپنا بُرا خود کیا' اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

زمین کی بدترین مخلوق وعدہ خلاف کفار ہیں : ☆☆ (آیت:۵۵) زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں' ان سب سے بدتر اللہ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں' ادھر قول وقرار کیا' ادھر پھر گئے' ادھر قسمیں کھائیں' ادھر توڑ دیں' نہ اللہ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا' پس جو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا کے بعد آنے والوں کو بھی عبرت حاصل ہو' وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں پھر ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ
وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ
خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ
اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۷

جن سے تو نے عہد و پیمان کر لیا' پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے ○ پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے' انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں' ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں ○ اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو پھر برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے' اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں فرماتا: ☆☆ (آیت:۵۸) اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے نبیؐ اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہوا اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابری کی حالت میں عہدنامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تاکہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں' کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر دو' اللہ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے' کافروں سے بھی تم خیانت نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکریوں کی روم کی سرحد کی طرف پیش قدمی شروع کی کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' وعدہ وفائی کرو' غدر درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو' جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے' یا انہیں اطلاع دے کر عہدنامہ چاک نہ ہو جائے' جب یہ بات حضرت معاویہؓ کو پہنچی تو آپ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا' یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا' تم مجھے بلاؤ' میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں بلاتے دیکھا ہے' پھر فرمایا میں بھی انہی میں سے ایک شخص تھا' پس مجھے اللہ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی' اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے' وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے' تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا' اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جبکہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں' اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا' تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی' آخر چوتھے روز صبح ہی حملہ کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد بھی فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے' یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے ○ اور تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی' کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے' اللہ انہیں خوب جان رہا ہے اور تم جو کچھ بھی راہ اللہ میں خرچ کرو گے' وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا ○

کفار کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو: ☆☆ (آیت:۵۹-۶۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے' اب ہم ان کی پکڑ پر قادر نہیں' بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضہ قدرت میں ہیں' وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ فرماتا ہے' کافر ہمیں یہاں عاجز نہیں کر سکتے' وہاں ان کا ٹھکانہ آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے' کافروں کا شہروں میں آنا جانا' چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے' یہ تو سب آنی جانی چیزیں ہیں' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو

بدترین گودہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو' جو قوت' طاقت' گھوڑے' لشکر رکھ سکتے ہو' موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضورؐ نے منبر پر قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا' تیر اندازی کیا کرو' سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑ سواری سے بہتر ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے کہ رسول اکرمﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں۔ ایک تو اجر وثواب پانے والے' ایک نہ تو ثواب نہ عذاب پانے والے' ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے' اس کے گھوڑے کا چلنا پھرنا' چرنا چگنا باعث ثواب ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں چڑھ جائے تو بھی اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید پر اسے نیکیاں ملتی ہیں' کسی نہر پر گذرتے ہوئے وہ پانی پی لے اگرچہ مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو' تاہم اسے نیکیاں ملتی ہیں' پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ اور جس شخص نے گھوڑا اس نیت سے پالا کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائے' پھر اللہ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہیں بھولا' یہ اس کے لئے جائز ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ۔ تیسرا وہ شخص جس نے فخر وریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے وہ اس کے ذمے وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا' اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں' ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا' وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے کے برابر بھی برائی کرے گا' وہ اسے دیکھ لے گا' یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں' گھوڑے تین طرح کے ہیں' رحمان کے' شیطان کے اور انسان کے' اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے دو ہیں' جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں' اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی' گھوڑ سواری سے افضل ہے جبکہ امام مالک اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں آ چکا ہے۔

حضرت معاویہ بن خدیج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے' پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا' میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہوگی' کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ کی قسم ہر گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ محبوب بنا کر اس کے پاس رکھ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں' گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے۔ گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں' اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔ اور بھی احادیث اس بارے میں بہت سی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے' ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ' فارس اور محلوں کے شیاطین۔ ایک مرفوع حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ایک منکر حدیث میں ہے' جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو' وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے اور اس سے مراد منافق بھی لیا گیا ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان الٰہی ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ الخ' تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور شہری منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے' اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر

کے ملے گا جیسے کہ آیت مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ' میں ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' پہلے تو رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے جب یہ آیت وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ الخ' اتری تو آپ نے فرمایا کہ وہ جو بھی سوال کرے چاہے وہ کسی دین کا ہو' اس کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن یہ روایت غریب ہے اور ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ' یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے ○ اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تجھے کافی ہے۔ اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے ○ ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے' تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے۔ وہ عزتوں حکمتوں والا ہے ○

جس قوم سے بدعہدی کا خوف ہو انہیں آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر دو: ☆☆ (آیت:۶۱-۶۳) فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو۔ اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو شرائط کے ساتھ طے ہوئی۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' عنقریب اختلاف ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ ہو سکے تو صلح ہی کر لینا (مسند امام احمد) مجاہد کہتے ہیں' یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن یہ محل نظر ہے۔ سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورہ براۃ کی آیت سیف قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ' سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینا بلا شک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح اللہ کے رسول ﷺ نے کی۔ پس اس کے بارے میں کوئی نص اس کے خلاف یا خصوصیت یا منسوخیت کی نہیں آئی۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے' اللہ پر بھروسہ رکھ' وہی تجھے کافی ہے' وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ۔ اللہ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے۔ اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار نے صرف میرے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے' تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی۔ تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا۔ اگرچہ تو روئے زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت ومحبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ نے خود کر دی۔ ان کی صدیوں پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس وخزرج انصار کے دونوں قبیلوں میں

جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا۔ جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا' تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو' کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا۔ جدا جدا نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ کی ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔

الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت و حکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے۔ اس سے امید رکھنے والا ناامید نہیں رہتا۔ اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں' اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اس سے قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے۔ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے۔ شاعر کہتا ہے' تجھ سے دھوکا کرنے والا' تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی رشتے دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے' میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں' ان کی یہ محبت راہ حق میں تھی۔ توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' رشتے داریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں' انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔

عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں' میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں' ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے' میں نے کہا' یہ کام تو بہت آسان ہے' فرمایا یہ نہ کہو' یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے' اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔

ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں' میں نے حضرت مجاہد سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا' صرف مصافحہ ہی سے؟ تو آپ نے فرمایا' کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید نے فرمایا' تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاقؒ کہتے ہیں' سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی' وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

ع ۶

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٦٤
يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ
مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝٦٥ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ
ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ
وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ
مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝٦٦

اے نبی تجھے اللہ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں O اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلا' اگر تم میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے' اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں O اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے' پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے' اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر چرب رہیں گے' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے O

ایک غازی دس کفار پہ بھاری: ☆☆ (آیت: ۶۴-۶۶) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا چاہے وہ ساز و سامان اور افرادی قوت میں زیادہ ہوں' ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سروسامان اور مٹھی بھر ہوں۔ فرماتا ہے' اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے' وہی کافی ہیں۔ پھر اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضورؐ صف بندی کے وقت' مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے۔ بدر کے دن فرمایا' اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔ حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں' اتنی چوڑی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی' اس نے کہا واہ واہ آپ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔ وہ اٹھتے ہی دشمن کی طرف بڑھتے ہیں۔ اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں۔ کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں' اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے' انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو جاتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ و رضاہ۔ ابن المسیب اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' یہ آیت حضرت عمرؓ کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے۔ ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم

منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے- جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا' ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا- لیکن جتنی تعداد کم ہوئی' اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا- پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں- اب یہ ہو کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں- پس گرانی گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ نے تخفیف کر دی- پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں- ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں- ابن عمرؓ فرماتے ہیں' یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے' حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا' پہلا حکم اٹھ گیا- (مستدرک حاکم)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞

نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے- تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے- اللہ ہے زور آور باحکمت ○ اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے' اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی ○ پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے' خوب کھاؤ پیو' اللہ سے ڈرتے رہو- یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے ○

اسیران بدر اور مشورہ: ☆☆ (آیت: ۶۷-۶۹) مسند امام احمد میں ہے' بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا کہ اللہ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے- بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں- آپ نے ان سے منہ پھیر لیا- پھر فرمایا اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے- یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے- پھر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا- آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا- اب کی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ہماری رائے میں تو آپ ان کی خطا سے درگذر فرمائیے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے- اب آپ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے- عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا- اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری- اسی سورت کے شروع میں ابن عباسؓ کی روایت گذر چکی ہے-

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آپؐ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا' یارسول اللہؐ' یہ آپ کی قوم کے ہیں' آپ والے ہیں- انہیں زندہ چھوڑا جائے- ان سے توبہ کرا لی جائے- کیا عجب کہ کل اللہ کی ان پر مہربانی ہو جائے لیکن حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ یہ آپ کو جھٹلانے والے' آپ کو نکال دینے والے ہیں' حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا' یارسول اللہ اسی میدان میں درخت بکثرت ہیں- آگ لگوا دیجئے- اور انہیں جلا دیجئے- آپ خاموش ہو رہے- کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے- لوگوں میں بھی ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے- اتنے میں آپ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے' بعض دل نرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض دل

سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہیں ہی لیکن مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں اور تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جو کہیں گے یا اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے اور اے عمرؓ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ یا اللہ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔ سنو تمہیں اس وقت احتیاج ہے' ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ سہیل بن بیضا کو اس سے مخصوص کر لیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اس پر حضورؐ خاموش ہو گئے۔ واللہ میں سارا دن خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مگر سہیل بن بیضا' اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی' مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا۔ انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں' آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا' اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمرؓ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر ایسا ہے تو آپ انہیں لے جائیے۔ ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ عباسؓ مسلمان ہو جاؤ۔ واللہ تمہارے اسلام لانے سے مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہو گی۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اسلام لانے سے خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضورؐ نے ابوبکرؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے تو فرمایا' یہ سب ہمارے ہی کنبے قبیلے کے لوگ ہیں۔ انہیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمرؓ سے جب مشورہ لیا تو آپ نے جواب دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں' حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہؓ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں سے ایک کو پسند کر لیں۔ اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہؓ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے (ترمذی' نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے صحابیو! اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو ان سے زر فدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائیں گے۔ پس ان ستر شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ' یہ روایت حضرت عبیدہ سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ فاللہ اعلم۔ اگر پہلے ہی سے اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرما دیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے۔ ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا' اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا' اسی طرح پہلے سے اللہ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے' شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے اور اس کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی۔ میرے لئے مسجد پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی' مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں' مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی۔ ہر نبی خاصتہً اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر

بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔ پس صحابہؓ نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ پس جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا۔ اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھی ان کے بدلے میں دیا اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے۔ یہی مذہب امام شافعیؒ کا اور علماء کرام کی ایک جماعت کا ہے۔ گو اوروں نے اس کا خلاف بھی کیا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی جگہ نہیں۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

اے نبی اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ہی ○ اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا۔ اللہ علم والا حکمت والا ہے ○

فدیہ طے ہو گیا: ☆☆ (آیت: ۷۰-۷۱) بدر والے دن آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں۔ انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی۔ پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابوالبختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ اسے بھی بادل نخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔ اس پر ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اے ابوحفصہ کیا رسول اللہ (ﷺ) کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی؟ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں یہ پہلا موقعہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں۔ واللہ وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واللہ مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے ابھی تک ڈر ہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ میں راہ حق میں شہید کر دیا جاؤں۔

چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ و رضاء۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی۔ صحابہؓ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے چچا کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔ صحابہؓ نے اسی وقت ان کی قید کھول دی۔ تب آپ کو نیند آئی۔ انہیں ایک انصاری صحابیؓ نے گرفتار کیا تھا۔ یہ بہت مالدار تھے۔ انہوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیے میں دیا۔ بعض انصاریوں نے سرکار نبوتؐ میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے بھانجے عباس کو بغیر

کوئی زرفدیہ لئے آزاد کردیں لیکن مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا' ایک چونی بھی کم نہ لینا - پورا فدیہ لو - قریش نے فدیے کی رقمیں دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا - ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی - عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو مسلمان ہی تھا - آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے - اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں' اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی - نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنوحارث بن فہر کے قبیلے سے ہے' انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ میرے پاس تو اتنا مال نہیں - آپؐ نے فرمایا' وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کامیاب رہا تو یہ مال بنوالفضل اور عبداللہ اور قثم کا ہے؟ اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولؐ ہیں - اس مال کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا - اچھا یوں کیجئے' میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ کے لشکریوں کو ملا ہے - اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے - آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں' وہ مال تو ہمیں اللہ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا - چنانچہ اب آپ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا - اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ دے گا - حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ کا یہ فرمان پورا ہوا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے - ساتھ ہی مجھے اللہ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے - آپؓ فرماتے ہیں' میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے - میں نے اپنے اسلام کی خبر حضورؐ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوائے جو مجھ سے لئے گئے ہیں - آپ نے انکار کیا - الحمدللہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لاچکے ہیں آپ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے - جس کے دل میں نیکی ہوگی' اس سے جو لیا گیا ہے' اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا - فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے - مجھ سے جو لیا گیا' واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا - اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے - مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآبؐ میں پہنچا' وہ اسی ہزار کا تھا - آپؐ نماز ظہر کے لیے وضو کر چکے تھے - آپؐ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ اللہ میں لٹا دیا -

حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ لے اس میں سے لے اور گٹھڑی باندھ کر لے جاؤ - پس یہ ان کے لیے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا - یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا - اتنا مال حضورؐ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا - سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی - آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہوگئے - مسجد کے نمازی بھی آ گئے - پھر حضورؐ نے ہر ایک کو دینا شروع کیا - نہ تو اس دن ناپ تول تھی اور نہ گنتی اور شمار تھا' پس جو آیا' وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا - حضرت عباسؓ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے تو حضورؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ ذرا اونچا کر دیجئے - آپ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے - فرمایا کچھ کم کر دو جتنا اٹھے اتنا ہی لو - چنانچہ کچھ کم لیا اور یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی ان شاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا - اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا - حضورؐ برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے

ایک پائی بھی نہ بچی۔ آپؐ نے اپنی اہل کو اس میں سے پھوٹی کوڑی بھی نہ دی۔ پھر نماز کے لیے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ دوسری حدیث ۔حضورؐ کے پاس بحرین سے مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو۔ پھر نماز کے لیے آئے۔کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ نماز پڑھا کر بیٹھ گئے۔ پھر تو جسے دیکھتے اسے دیتے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ مجھے دلوایئے۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا یا رسول اللہؐ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ آپ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا' کہا اچھا آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ آپؐ نے اس کا بھی انکار کیا۔ اب تو بادل نخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا۔ پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضورؐ کی نگاہیں' جب تک یہ آپ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے' انہی پر رہیں۔

پس جب کل مال بانٹ چکے' ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ وہاں سے اٹھے۔ امام بخاری نے تعلیقاً جزم کے صیغہ کے ساتھ وارد کی ہے۔ ● اگر یہ لوگ خیانت کرنا چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں' اس سے پہلے وہ اللہ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو تیرے قابو میں کر دیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو وہ کرتا ہے' اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں' یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو کہ مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔ عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی نے اسے عام اور سب کو شامل کہی۔ یہی ٹھیک بھی ہے واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ
النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے راہ اللہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی' یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی' تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو' اللہ خوب دیکھتا ہے ○

مجاہدین بدر کی شان: ☆☆ (آیت:۷۲) مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں۔ ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا۔ اپنے گھر اور مال' تجارت' کنبہ' قبیلہ' دوست احباب چھوڑے' اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لیے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے

انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا- اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا' ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی- یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں- اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا- ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا- یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی' ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا' آخر میں یہ منسوخ ہو گئی- حضور فرماتے ہیں' مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے والی وارث ہیں اور فتح مکہ کے بعد کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں قیامت تک- اور روایت میں ہے کہ دنیا اور آخرت میں مہاجر و انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں- فرمان ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ' پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں- اس نے ان کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں- اور آیت میں ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الخ' نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپ کی اتباع نہ چھوڑی- اور آیت میں ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الخ' ان مہاجر محتاجوں کے لیے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے' جو اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی جستجو میں ہیں' جو اللہ اور رسول کی مدد میں لگے ہوئے ہیں' یہی سچے لوگ ہیں- اور جنہوں نے ان کو جگہ دی' ان سے محبت رکھی' انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا- یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ نے مہاجرین کو دی ہے' ان پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے- ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں- علماء کا اس پر اتفاق ہے- مسند بزار میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ نے ہجرت کو پسند فرمایا-

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے ترک وطن نہیں کیا' انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں- یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے- ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں- ہاں کسی لڑائی میں حصہ لیں تو اور بات ہے- مسند احمد میں ہے کہ حضور جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھنا' مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ رکھنا- جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو- اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے ساتھ لڑو' اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو- ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں' ان کو اختیار ہے- ان سے کہو کہ اسلام قبول کر لیں- اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور انہیں کہو کہ کفرستان چھوڑ دو- مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں- تو جو حق مہاجرین کے ہیں' ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجرین پر ہے ان پر بھی ہو گا- ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے- ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے- فے اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو گا- ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں- یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں- اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو- اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ کی مدد کے بھروسے پر اللہ کی نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو- جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں' ہجرت نہیں کی' یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں' دشمنان دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ ان میں اور تم میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا- قسمیں نہ توڑنا-

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۷۳

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا ○

دو مختلف مذاہب والے آپس میں دوست نہیں ہو سکتے: ☆☆ (آیت: ۷۳) اوپر مومنوں کے کارنامے اور رفاقت وولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو مختلف مذاہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بخاری و مسلم میں بھی ہے' مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ سنن وغیرہ میں ہے' دو مختلف مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ اسے امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ نے عہد لیا کہ نماز قائم رکھنا' زکوۃ دینا' بیت اللہ شریف کا حج کرنا' رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا۔ یہ روایت مرسل ہے۔ اور روایت مفصل میں ہے' آپ فرماتے ہیں کہ میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ کیا وہ دونوں جگہ لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا؟ ابوداؤد میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے' وہ انہی جیسا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں' جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دے دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ چاہے وہ انہی میں رہتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کی طرف سے پیغام نکاح آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ تین بار یہی فرمایا۔ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے علیحدگی اختیار نہ کی اور ایمانداروں سے دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا۔ یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا۔ لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ع ۱۰ / ۶

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ اللہ میں اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی' یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا' پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○

مہاجر اور انصار میں وحدت: ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۵) مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے۔ ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی' ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی' ہمیشگی والی' طیب وطاہر ہوگی' قسم قسم کی لذیذ عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ان کی اتباع کرنے والے' ایمان

عمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے- وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْمِنْ بَعْدِهِمْ میں ہے- متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے- دوسری حدیث میں ہے' جو کسی قوم سے محبت رکھے' وہ ان میں سے ہی ہے- ایک روایت میں ہے کہ اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا- مسند احمد کی حدیث گذر چکی ہے کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' فتح مکہ کے بعد مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں' قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں- پھر اولوالارحام کا بیان ہوا- یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کیے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں جیسے خالہ' ماموں' پھوپھی نواسے' نواسیاں' بھانجے' بھانجیاں وغیرہ-

بعض کا یہی خیال ہے- آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتاتے ہیں- یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے- تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباسؓ مجاہدؒ عکرمہؒ حسنؒ قتادہؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے- آپس کی قسموں پر وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا- پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہوگی خاص نام کے ساتھ- اور جو انہیں وارث نہیں بناتے' ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں- سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دلوا دیا ہے' پس کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں- وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے- جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں- واللہ اعلم-

الحمدللہ سورہ انفال کی تفسیر ختم ہوئی- اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے- وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے-

سُوْرَةُ التَّوْبَة

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱﴾ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲﴾

اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا ○ پس اے مشرکو تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو- جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ○

(آیت: ۱-۲) یہ سورت سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے- بخاری شریف میں ہے کہ سب سے آخر آیت يَسْتَفْتُوْنَكَ الخ' اتری اور سب سے آخری سورت سورہ براۃ اتری ہے- اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھا تھا- ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے آپ نے سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورہ براۃ کو جو مئین میں سے ہے' ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور رسول اللہ ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں- جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ یہ ذکر ہے- سورہ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورہ براۃ سب سے آخر میں اتری تھی- بیانات دونوں کے ملتے تھے- مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو- حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے